پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

أما بعد:

پچھلے چند ماہ میں بہت سے حضرات نے عالم نزع اور عذابِ قبر کے بارے میں سوالات ارسال کیے اور تقاضا یہ بھی تھا کہ ہر مسئلے کا جواب تفصیل سے، باحوالہ لکھا جائے۔

جب مریض پر نزع کا عالم طاری ہو تو کیا کیا کام کرنے چاہئیں؟

کیا صرف لا إله إلا الله کی تلقین کی جائے یا کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت پورا پڑھنا چاہیے؟

کیا سورۂ یٰسین کے علاوہ بھی کوئی سورت اس مریض کے پاس پڑھی جائے جو کہ مرض الموت میں مبتلا ہے؟

کیا عذابِ قبر ہر ایک کو ہوگا یا کوئی شخص ایسا بھی ہے جو قبر کی آزمائش سے محفوظ رہے گا؟ وغیرہ وغیرہ۔

الغرض اس طرح کے بہت سے سوالات جمع ہو گئے تھے تو پھر خیال میں آیا کہ کیوں نہ

www.seerat.net

ان تمام سوالات کے جوابات کو ایک رسالہ کی صورت میں جمع کر دیا جائے تا کہ آئندہ بھی کسی شخص کو ان سوالات کے جوابات چاہیے ہوں، تو تمام فقہی عبارات اور جوابات ایک ہی منضبط رسالے میں مل جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہی کے بھروسے پر یہ کام شروع ہوا اور اسی ذات اقدس، نے ہی اس کی تکمیل کی توفیق بخشی۔ تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں اور وہ ہی ہے جو اپنی ذات وصفات اور علم وقدرت، ہر ایک صفت میں وحدہ لا شریك لہ ہے اور صلاۃ وسلام کی بارشیں برسیں حضرت خاتم النبیین وشفیع المذنبین پر کہ ان کی وجہ سے ہی ہدایت کی راہ ملی۔

اہل علم سے درخواست ہے کہ اس رسالے میں اگر کوئی مسئلہ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے یا فقہ حنفی کے مفتی بہ اقوال کے برعکس ہو تو دلائل سمیت ضرور اصلاح فرمائیں تا کہ مولیٰ تعالیٰ کی توفیق سے غلط مسئلے سے رجوع اور آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح بھی ہو سکے۔

اس رسالے کا نام ''عذاب قبر سے بچاؤ کی تدابیر اور چند فقہی مباحث'' تجویز کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ توشہ قبر وآخرت بنائے اور فتنہ وعذاب قبر سے ہر طرح سے محفوظ فرمائے۔

سعید

۴ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ بمطابق 30 ستمبر 2014ء

عذاب قبر سے بچاؤ کی تدابیر

اور

چند فقہی مباحث

اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے اور مسلک کے مطابق عذابِ قبر برحق ہے۔اس زندگی کے بعد ایک اور دنیا ہے جس کا نام عالم برزخ ہے اور انسان اپنی موت کے بعد اس عالم برزخ میں چلا جاتا ہے۔ یہ قبر جو لوگوں کو نظر آتی ہے، اسی عالم برزخ کا ایک حصہ ہے اور اس کے عذاب کو ماننا اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ عقیدہ ہے۔ اگر کوئی شخص عالم برزخ یا عذابِ قبر کا انکار کرتا ہے تو وہ اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک سے خارج اور اپنے اس عقیدے میں گمراہ ہے۔

حضرت رسالت پناہ ﷺ نے اس عذابِ قبر سے خاص طور پر ڈرایا ہے اور متعدد احادیث میں یہ بات آئی ہے کہ جب میت کی تدفین ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو فرشتے قبر میں بھیجے جاتے ہیں اور وہ میت سے اس کے عقیدے اور زندگی کیسے گذاری، ان امور کو دریافت کرتے ہیں۔ مومن ان سوالات کا درست جواب دیتا ہے اور اس کی قبر جنت کا باغ بنادی جاتی ہے اور بصورت دیگر اسے عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ متعدد احادیث میں عذابِ قبر سے پناہ بھی مانگی گئی ہے اور اُم المومنین

www.seerat.net

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خبر دیتی ہیں کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سلام پھیرنے سے پہلے عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حضور، ان الفاظ سے دعا مانگتے تھے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُبِكَ مِـنْ فِتْـنَةِ الْـمَسِيحِ الدَّجَالِ، وَأَعُوذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْـمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ①.

ترجمہ: اے اللہ! میں عذابِ قبر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں اور مسیح دجال کی آزمائش سے بھی آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔ زندگی میں اور موت کے وقت بھی جو امتحانات پیش آئیں گے، اے اللہ! میں ان تمام آزمائشوں سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! گناہ کی زندگی اور قرض کے بوجھ سے بھی خاص طور پر آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

ہم لوگوں کو بھی چاہیے کہ ہر نماز، خواہ فرض ہو یا نفل، اس میں درود شریف پڑھنے کے

①(صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب: الدعاء قبل السلام، رقم الحديث: ٨٣٢، ص: ٦٦).

www.seerat.net

بعد اور سلام پھیرنے سے پہلے اس دعا کو بھی مانگا کریں۔

یہ عذابِ قبر کا مسئلہ اتنا آسان نہیں ہے کہ کوئی شخص اس کا انکار کر دے اور پھر بھی اہل السنۃ والجماعۃ میں رہے اور نہ ہی اتنا معمولی ہے کہ کوئی شخص اسے درخور اعتناء نہ جانے۔

تدفین سے پہلے میت کا جنازہ پڑھا جاتا ہے اور حضرت رسالت مآب ﷺ نے اس جنازے تک کی دعاؤں میں اُمت کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ اپنے اس عزیز، دوست، رشتے دار اور مرحوم مسلمان کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کریں کہ وہ اس مسافر کو عذابِ قبر سے پناہ دے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ ایک جنازے میں موجود تھے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے اس میت کے لیے جو دعا مانگی اس میں قبر کی آزمائش، اس کے عذاب اور اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کچھ ایسے الفاظ میں کی کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے تمنا کی کہ کاش! اس شخص کی بجائے یہ میرا جنازہ ہوتا (تاکہ حضرت رسالت پناہ ﷺ کی یہ دعائیں میرے سفرِ آخرت کا توشہ بنتیں) صحیح مسلم کی روایت کے مطابق حضرت رسالت پناہ ﷺ نے اس حاضر میت کے لیے یہ دعا مانگی تھی:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ

نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ
وَالْبَرَدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ
الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَاراً خَيْراً مِنْ دَارِهِ
وَأَهْلاً خَيْراً مِنْ أَهْلِهِ وَزَوْجاً خَيْراً مِنْ زَوْجِهِ
وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَقِهِ فِتْنَةَ
الْقَبْرِ① وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ②.

میت اگر عورت کی ہو تو پھر اس دعا کو یوں پڑھا جائے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهَا وَارْحَمْهَا وَعَافِهَا وَاعْفُ عَنْهَا
وَأَكْرِمْ نُزُلَهَا وَوَسِّعْ مَدْخَلَهَا وَاغْسِلْهَا بِالْمَاءِ
وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهَا مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ

① صحیح مسلم ہی کی اس روایت کے بعد والی روایت میں اس فقرے کا اضافہ بھی منقول ہے، اس لیے یہاں یہ الفاظ وہیں سے نقل کر دیے گئے ہیں۔

② صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، رقم الحدیث: ٢٢٣٢، ص: ٨٢٩.

الثَّوبَ الأَبيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَأَبدِلهَا داراً خَيراً مِنْ دَارِهَا وَأَهلاً خَيراً مِنْ أَهلِهَا وَزَوجاً خَيراً مِنْ زَوجِهَا وَأَدخِلهَا الجَنَّةَ وَأَعِذْهَا مِنْ عَذَابِ القَبرِ وَقِهَا فِتنَةَ القَبرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ.

ترجمہ: اے اللہ! اس میت کو بخش دے اور اس پر رحم فرما، اس کی غلطیوں سے درگذر فرما اور اس کے گناہوں کو مٹا دے، اس کے ٹھکانے (قبر) کو عزت کی جگہ بنا، جہاں پر اسے لٹایا جا رہا ہے اس (قبر) کو فراخ اور وسیع بنا دے۔ اے اللہ! اس کے گناہوں کو پاک پانی اور برف اور اولوں کے پگھلے ہوئے صاف پانی سے دھو ڈال اور اس میت کو خطاؤں اور گناہوں سے ایسے ہی پاک فرما جیسے تو اپنی قدرت کاملہ سے سفید کپڑے کو میل کچیل سے پاک کر دیتا ہے۔ اے اللہ! یہ میت جس گھر (دنیا) کو چھوڑ کر جا رہی ہے اسے، اس (دنیا) سے بہتر گھر (جنت) عطا فرما۔ جن رشتے داروں کو چھوڑ کر جا رہی ہے اسے ان سے بہتر رشتے دار نصیب فرما۔ یہاں کی رفاقت سے بہتر رفاقت (جنت میں) اسے عطا فرما۔

www.seerat.net

اے اللہ! اسے جنت میں بھیج دے۔ اسے قبر کے سوالات وجوابات سے محفوظ فرما اور اے اللہ! اسے عذاب قبر سے بچا۔ اے اللہ! اس میت کو جہنم کا عذاب نہ دے۔

ہمیں بھی چاہیے کہ اس دعا کو یاد کرلیں اور جب بھی کسی مسلمان کا جنازہ پڑھیں تو جنازے کی مشہور دعا "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا" کے بعد اس دعا کو بھی مانگا کریں۔

حضرت رسالت پناہ ﷺ نے ان اعمال اور اسباب کی بھی نشاندہی فرمائی ہے، جن کی وجہ سے قبر کا عذاب ہوتا ہے۔ مثلاً پیشاب کے قطروں کی صفائی میں احتیاط نہ کرنا، چغلیاں کھانا وغیرہ اور یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کون کون سے خوش نصیب بندے، عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ وہ کون سے اعمال ہیں جن پر عمل کرکے انسان قبر کے مراحل کو آسانی سے گذار سکتا ہے، عذاب قبر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکتا ہے یا وہ کون سی غیر اختیاری باتیں اور باری تعالیٰ کے انعامات ہیں جو قبر کی آزمائش اور عذابِ قبر سے محفوظ رکھیں گے اور ان کے لیے محض دعا ہی مانگی جاسکتی ہے۔

اصل بات تو یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کے ہر لمحے کو آزمائش سمجھے اور ہر لحظہ معصیت باری تعالیٰ سے بچتا رہے۔ صرف فقر وفاقہ ہی آزمائش نہیں، دولتمندی بھی امتحان اور بہت بڑا امتحان ہے۔ صبر بھی امتحان اور شکر بھی امتحان ہے کہ کون ان دونوں میں کامیاب ہوتا ہے۔ جہالت ہی شر نہیں بلکہ علم کا شر جہالت سے بدتر ہے۔

www.seerat.net

اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس کی گرفت زیادہ ہوگی، جاہل کی، جو مسئلہ ہی نہیں جانتا تھا یا عالم کی، جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا تھا۔

آخرت کی منازل اگر آسان کرنی اور قبر کی آزمائش سے بچنا ہو تو کرنے کا کام وہ ہے، جو علامہ ابن قیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الروح'' میں تحریر فرمایا ہے۔ ''کتاب الروح'' علامہ ابن قیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر فرمودہ ہے بھی یا نہیں؟ بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ حضرت موصوف نے سرے سے کوئی ایسی کتاب تحریر ہی نہیں فرمائی اور بعض علماء کا مؤقف یہ ہے کہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس نام سے ایک ایسی کتاب تو تحریر فرمائی تھی لیکن موجودہ ''کتاب الروح'' جو مطبوعہ اور اہل علم کے ہاں متداول ہے، یہ وہ اصل ''کتاب الروح'' نہیں ہے۔ ان دونوں سوالات سے جو غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں، ان کے ازالے کے لیے راقم السطور کا مضمون علیحدہ سے ملاحظہ ہو جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الروح'' تحریر بھی فرمائی تھی اور آج کل اہل علم کے ہاں جو متداول نسخہ ملتا ہے، یہی اصل ''کتاب الروح'' ہے کسی نقلی ''کتاب الروح'' کا کوئی وجود ہے ہی نہیں۔ انہوں نے ''روح'' کے متعلق مختلف مسائل پر بحث کی ہے اور مسئلہ: ۱۰ میں ان اعمال پر بحث کی ہے جو اختیاری ہوں یا غیر اختیاری مگر فتنہ وعذابِ قبر سے محفوظ رکھنے والے ہیں۔ پھر ان اعمال میں سے ایک ''انفع عمل'' (سب سے زیادہ فائدہ مند عمل) جو دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے

بچانے والا ہے، اس کا ذکر ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مرد وعورت کو چاہیے کہ رات کو سونے سے پہلے اپنے بستر پر لیٹ کر اپنے دن کے اعمال کا جائزہ لے کہ صبح سے اب سونے کے وقت تک میں نے کیا اعمال کیے؟ اپنے نفس کا محاسبہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی کیا کیا نافرمانیاں کیں اور کیا کھویا؟ ان تمام اعمال پر اسے ندامت ہونی چاہیے اور یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان یہ پختہ ارادہ کرے کہ ان شاء اللہ آئندہ یہ گناہ نہیں کروں گا۔ بس روزانہ یہ توبہ کر کے سویا کرے سو اگر اس رات ہی کو موت آ گئی تو یہ موت توبہ کے بعد کی موت ہوگی اور یہ بہت اچھی موت ہے اور اگر صبح اُٹھا تو پھر اپنے آئندہ اعمال صالحہ کرنے کے لیے وہ تازہ دم ہوگا۔ یہ عمل ہر رات کو کرنے کا ہے تاکہ انسان نے گناہ کر کے جو کچھ کھویا ہے، پھر سے اسے پا سکے۔

اور اگر اس سوچنے یا مراقبے سے پہلے کچھ دیر اللہ تعالیٰ کا کوئی ذکر اور ان سنتوں پر بھی عمل کر لے جو حضرت رسالت مآب ﷺ کا معمول تھا اور اس کے بعد فکر کے اس مرحلے سے گذرے تو پھر تو کیا کہنے، یہ تو نورٌ علیٰ نور ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کے لیے اس سے بہتر کوئی نیند نہیں ہے اور اس توبہ واحتساب کے عمل کے دوران ہی سو جائے تو یہ تو وہ نیکی کا کام ہے جس کی توفیق اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کو عنایت فرماتے ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خیر اور بھلائی کا خاص ارادہ فرما

لیا ہوتا ہے۔

یہ تو خلاصہ ہوا حضرت ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کا① اور اس میں ایک اضافہ اپنی طرف سے یہ کیا جا رہا ہے کہ اس روزانہ سونے سے پہلے کی فکر اور اس مراقبے میں اک ذرا سا، اگر یہ اضافہ بھی کر لیا جائے کہ صبح سے لے کر رات سونے تک کی نیکیوں کو بھی یاد کر کے انھیں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت سمجھا جائے اور پھر اس پر شکر بھی ادا کر لیا جائے تو اس مراقبے کی افادیت میں چند در چند اضافہ ہو جائے گا توبہ اور شکر دونوں کی تجدید ہو جائے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو محتاط بندے اپنی زندگی کا شعار ''تقویٰ'' بنا لیتے ہیں اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں کوشاں رہتے ہیں، وہ تدریجاً اس مقام پر

---

① الأسباب المنجية من عذاب القبر: جوابها أيضاً من وجهين: مجمل ومفصل: أما المجمل فهو تجنب تلك الأسباب التي تقتضي عذاب القبر، ومن أنفعها أن يجلس الرجل عندما يريد النوم لله ساعة يحاسب نفسه فيها على ماخسره وربحه في يومه، ثم يجدد له توبة نصوحاً بينه وبين الله، فينام على تلك التوبة ويعزم على أن لا يعاود الذنب إذا استيقظ، ويفعل هذا كل ليلة، فإن مات من ليلته مات على توبة وإن استيقظ استيقظ مستقبلا للعمل مسروراً بتأخير أجله حتى يستقبل ربه ويستدرك ما فاته، وليس للعبد أنفع من هذه النومة ولا سيما إذا عقب ذلك بذكر الله واستعمال السنن التي وردت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عند النوم حتى يغلبه النوم، فمن أراد الله به خيراً وفقه لذلك، ولا قوة إلا بالله.

(كتاب الروح، المسألة العاشرة، الأسباب المنجية من عذاب القبر، ص: ١١٠، ١١١).

www.seerat.net

جا پہنچتے ہیں جہاں فتنۂ قبر سے امان مل جاتی ہے۔ وہ مقام ''صدیقیت'' ہے یا اس مقام کو خواہ کوئی اور نام دے دیجئے، لیکن ایسے مقام کا حصول انسان کے بس میں بھی ہے اور اہل علم نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔ آئندہ صفحات میں کچھ مناسب طوالت کے ساتھ اس مقام ''صدیقیت'' کی تفصیل بھی آ رہی ہے۔ جو لوگ اس مقام تک پہنچے اور پھر اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو اس مقام کی خبر بھی دی، ان کی تعداد بھی بہت ہے۔ خواب اگرچہ شرعاً حجت نہیں ہوتے اور کسی کے بارے میں کوئی قطعی فیصلہ صادر نہیں کیا جا سکتا لیکن وہ خوشخبری (مبشرات) بھی ہوتے ہیں اور ان سے اس معاملے پر کچھ روشنی بھی پڑتی ہے کہ معاملہ کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔

حضرت یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ بخاریٰ کے رہنے والے تھے اور علم حدیث میں ان کا مقام جاننے کے لیے یہی کافی ہے کہ دوسری صدی ہجری میں وہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذۂ حدیث میں سے تھے۔ اس کثرت سے اور اس خوبصورتی سے نماز پڑھتے تھے کہ ان کی نماز بڑے بڑے ائمہ کے لیے قابل رشک تھی۔ تہجد میں اس قدر روتے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے تھے کہ حسن بن عرفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے انھیں ''واسط'' (ایک شہر کا نام) میں دیکھا اور ان کی آنکھیں اتنی خوبصورت تھیں کہ میں دنگ رہ گیا۔ پھر کچھ عرصے کے بعد مجھے ان کی زیارت ہوئی تو ان کی ایک آنکھ کی روشنی جاتی رہی تھی، پھر کچھ عرصے کے بعد یہ مکمل طور پر نابینا ہو گئے تو میں نے دریافت

کیا کہ ان دو خوبصورت آنکھوں کا کیا بنا؟ تو فرمایا سَحَر کے رونے نے دونوں کی بینائی زائل کر دی۔①

۲۰۶ھ میں ''واسط'' ہی میں ان کا انتقال ہوا، ان کے نواسے ابونافع کہتے ہیں کہ میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ دو آدمیوں نے اپنا اپنا خواب بیان کیا، ایک نے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کو میرے نانا کے متعلق بتایا کہ اس نے انھیں خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ مرنے کے بعد کیا گذری؟

فرمایا مجھے بخش دیا اور یہ اختیار بھی دیا کہ میں قیامت میں گنہگاروں کی شفاعت کروں اور مجھ پر عتاب بھی فرمایا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ ان کی بخشش بھی کر دی گئی، گنہگاروں کے لیے حق شفاعت بھی دیا گیا تو پھر عتاب کیا؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا کہ ارے یزید تم جریر بن عثمان جیسے شخص سے پڑھتے تھے؟ عرض کیا کہ اے رب میں نے تو ان میں سوائے خیر وخوبی کے کچھ نہیں دیکھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمھیں معلوم نہیں کہ وہ تمہارا استاد (سیدنا) علی بن ابوطالب (کرم اللہ وجہہ) سے نفرت کرتا تھا۔

---

①سمعت الحسن بن عرفة بن يزيد العبدي يقول: رأيت يزيد بن هارون بواسط وهو من أحسن الناس عينين. ثم رأيته بعين واحدة. ثم رأيته و قد ذهبت عيناه. فقلت: يا أبا خالد، ما فعلت العينان الجميلتان؟ قال: ذهب بهما بُكاء الأسحار.

(تاريخ مدينة الإسلام، للإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي الخطيب البغدادي ت: ٤٦٣هـ، ج: ١٦، ص: ٤٩٩).

www.seerat.net

اب دوسرے شخص نے اپنا خواب حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا کہ اس نے بھی حضرت یزید بن ہارون کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ کیا ان کے پاس منکر اور نکیر آئے تھے؟ فرمانے لگے کہ جی ہاں وہ دونوں فرشتے آئے اور مجھ سے پوچھا کہ بتاؤ تمہارا پروردگار کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھ جیسا شخص (جو عمر بھر اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ پڑھاتا رہا) کیا اس سے ان سوالات کے جوابات دریافت کیے جائیں گے؟ میں قبر کے ان معاملات کو دنیا میں سب سے زیادہ بہتر جاننے والا تھا۔ دونوں فرشتوں نے ان سے کہا آپ سچ فرماتے ہیں۔ آپ اپنی قبر میں اس دلہن کی طرح آرام کیجئے جسے کوئی نہیں ستاتا۔

اگرچہ یہ واقعہ تو خواب کا ہے لیکن کچھ تو اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے اس شان کے بھی ہوتے ہیں جو منکر اور نکیر سے بھی کچھ عرض و معروض کرسکیں۔

جو اہل علم اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کو بیان اور ان کا اہل بدعت سے تحفظ کرتے رہتے ہیں اور عقائد اور اعمال میں اتباعِ سنت کا اہتمام اور اہل بدعت کے ردّ میں مصروف عمل رہتے ہیں، ان کے لیے اس طرح کے واقعات میں بہت کچھ خوشخبری کا سامان ہے۔ وہ خوش نصیب افراد جن سے صحیح احادیث کے مطابق قبر میں سوال و جواب کی آزمائش نہیں ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ایسے مورد بنیں گے کہ عذابِ قبر

سے بھی نجات پا جائیں گے، ان کا تفصیلی تذکرہ تو آپ صفحہ 44 سے ملاحظہ فرمائیں گے لیکن یہاں سے اب آپ ان سوالات کے جوابات کا مطالعہ فرمائیں کہ جب کسی مریض کو اپنی موت کا یقین ہو جائے یا پھر اس کے ورثاء کو یہ یقین ہو جائے کہ ہمارا یہ عزیز مریض نزع کے عالم میں پہنچ گیا ہے تو اس وقت کیا کیا کام کر لینے چاہئیں؟

① اگر کسی مریض کو یہ یقین ہو جائے کہ اس نے اس مرض میں مر جانا ہے تو پھر اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ اپنے جسم کو ہر طرح کے میل کچیل سے پاک کر لے، ناخن تراش لینے چاہئیں تاکہ ان کے نیچے کا میل نہ رہے۔ جسم کے ناپاک بالوں کو بھی صاف کر لینا چاہیے۔ سر کو منڈا دینا بھی بہتر ہے تاکہ اس کے سر پر کوئی میل کچیل نہ رہے۔ کلمہ شہادت بھی بار بار پڑھنا چاہیے تاکہ موت ایمان پر آئے اور خوب گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی بھی مانگ لینی چاہیے۔ توبہ و استغفار کے کلمات پڑھتے رہنا چاہیے۔ حقوق العباد کی معافی مانگنے میں جلدی کرنی چاہیے اور اگر کسی کا حق رہ گیا ہو تو اسے فوراً ادا بھی کر دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ اُمید بھی رکھنی چاہیے کہ وہ رحمت اور مغفرت کا معاملہ فرمائے گا۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں فتاویٰ الحجہ سے یہ مسئلہ نقل کیا گیا ہے کہ

جب کسی شخص کی موت کا وقت قریب آ جائے تو اسے چاہیے کہ وہ توبہ کی تجدید کرے۔

www.seerat.net

اپنے سر کو اور جسم کے غیر ضروری بالوں کو صاف کرلے، ناخن کاٹ لے (تاکہ پوری پاکیزگی حاصل ہو جائے) اور اگر میت کا انتقال ہو گیا تو پھر اس کے ساتھ یہ کام نہ کیے جائیں۔ ''ینابیع'' میں ہے کہ اس قریب المرگ مریض کو کلمہ شہادت کی تلقین بھی کی جائے اور ''کلمہ شہادت کی تلقین'' سے مراد یہ ہے کہ جوں ہی میت پر نزع کا عالم طاری ہو تو اتنی اُونچی آواز سے "أشهد أن لا إله إلا الله و أشهد أن محمدا رسول الله" پڑھا جائے کہ یہ کلمہ شہادت وہ مریض سن لے اور پڑھ لے۔ اس مریض کو یہ نہ کہا جائے کہ آپ کلمہ شہادت پڑھیں اور ''الجوہرۃ النیرۃ'' شرح قدوری میں ہے کہ مرض الموت میں مریض کے ذمے اگر کوئی قرض باقی ہے تو اس کی فکر کرنا بھی مستحب ہے کہ وہ اپنے قرض اور لین دین سے پاک ہو جائے۔ میت کا جنت میں جانے یا نہ جانے کا معاملہ اس وقت تک معلق رہتا ہے جب تک کہ اس کا قرضہ ادا نہ ہو جائے۔①

---

① في التاتارخانية: و في الفتاوى الحجة: فإذا دنا أجل الرجل فإنه يجدد التوبة و يحلق الرأس و ما يستحب حلقه و قص أظفاره، و لا يفعل هذه الأشياء بعد الموت، و في الينابيع: "و لقن الشهادة" يريد به أن يقول: من عنده في حالة النزع جهرا "أشهد أن لا إله إلا الله و أشهد أن محمدا رسول الله" حتى يسمع و يتلقن منه، ولا يقول له "قلْ".

(الفتاوى التاتارخانية: كتاب الصلاة، الفصل: صلاة المريض، رقم: ٣٥٥١، ج: ٢، ص: ٦٧٤).

وفي الجوهرة: و يستحب أيضاً أن يسارع إلى قضاء ديونه و إبرائه منه لأن نفس الميت معلقة بدينه حتى يقضى عنه.

(الجوهرة النيرة على القدوري للعلامة أبي بكر علي بن محمد الحداد رَحِمَهُ اللهُ، كتاب الصلاة، باب الجنائز، ج: ١، ص: ١٢٣)

www.seerat.net

② عالم نزع میں میت کو بالکل زحمت نہیں دینی چاہیے۔ وہ جس طرح بھی چارپائی یا زمین پر لیٹا ہوا ہے اسے ویسے ہی چھوڑ دینا چاہیے۔ اسے لٹانا یا خود اس کا لیٹنا ایسے ہی ہونا چاہیے کہ جس میں خود مریض کی راحت ہو اور اگر مریض کو زحمت نہ ہو تو پھر سب سے بہتر صورت تو یہ ہے کہ اسے دائیں کروٹ پر ایسے لٹا دیا جائے جیسے کہ کوئی شخص زندگی میں سنت کے مطابق سونے کے لیے لیٹتا ہے یا پھر جیسے میت کو قبر میں سنت کے مطابق دائیں کروٹ پر لٹایا جاتا ہے تاکہ اس کا کل جسم قبلہ رُخ ہو جائے۔ تیسری صورت یہ بھی درست ہے کہ ایسے مریض کی چارپائی کو اُٹھا کر قبلہ رُخ کر دیا جائے اس طرح اس کے پاؤں قبلے کی طرف ہو جائیں گے اور اس کے سر کے نیچے اتنے تکیے رکھ دیے جائیں یا اسے اتنی ٹیک دی جائے یا جیسے کہ آج کل بعض مریضوں کے لیے ایسے پلنگ ہوتے ہیں کہ ان کا ہینڈل اگر گھمایا جائے تو مریض کا چہرہ قبلہ رُخ ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات اُوپر کا پورا دھڑ قبلہ رُخ ہو جاتا ہے تو یہ صورت بھی درست ہے۔ الغرض میت کا چہرہ آسمان کی طرف نہیں بلکہ قبلہ کی طرف ہو جائے اور روح آسانی سے پرواز کر جائے، یہ صورت بھی درست ہے اگرچہ افضل پہلی صورت (کل جسم قبلہ رُخ کر دینا) ہے۔

بدایۃ المبتدی میں ہے:

جب کسی شخص پر عالم نزع طاری ہو جائے تو اسے دائیں کروٹ پر قبلہ رُخ کر کے لٹا دینا

www.seerat.net

چاہیے، پھر اس کی شرح میں شیخ الاسلام علامہ برہان الدین المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ دائیں کروٹ پر لٹانے کو اس لیے فرمایا کہ جب اس مریض کا انتقال ہو جائے گا تو اسے قبر میں بھی ایسے ہی لٹایا جائے گا اور قبر میں لٹانے کا (اصل اور) اعلیٰ طریقہ یہی ہے کہ لیکن ہمارے علاقوں میں رواج یہ ہے کہ مریض کو بالکل سیدھا (چِت)① لٹا دیتے ہیں کیونکہ اس طرح روح بہت آسانی سے نکل جاتی ہے لیکن سنت کے مطابق طریقہ مریض کو دائیں کروٹ پر لٹانا ہی ہے۔ مندرجہ بالا عبارت میں صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جو فرمایا ہے کہ ہمارے علاقوں میں چت لٹا دینے کا رواج تو یہاں پر علاقوں سے مراد ماوراء النہر کے علاقے ہیں کہ وہاں کے مشائخ نے اس طریقے کو اختیار کیا ہے کہ مریض مرض الموت کو سیدھا لٹا دیتے ہیں اور اسی بات پر فتویٰ دیتے ہیں کہ ایسے روح آسانی سے نکل جاتی ہے اور میت چونکہ اس صورت میں سیدھی لیٹی ہوئی ہوتی ہے تو اس کی آنکھیں بند کرنے، دونوں جبڑوں کو پٹی کے ذریعے باندھنے اور اعضاء میت کو آسانی سے سیدھا کرنے میں بھی آسانی ہوتی ہے لیکن صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت پر علامہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر رحمۃ اللہ علیہ نے بحث کی ہے اور فرماتے ہیں: حضرت صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جو فرمایا ہے کہ مرض الموت کے مریض کو چِت لٹایا جائے تا کہ خروج روح میں آسانی ہو تو اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ صاحب ہدایہ نے بیان نہیں کی کیونکہ روح تو جس طرح بھی میت کو لٹایا جائے، آسانی یا دشواری سے نکلے ہی گی اس آسانی اور دشواری کا تعلق کسی بھی طرح سے لٹانے کی ہیئت سے نہیں ہے۔ ہاں البتہ اس میں شک نہیں کہ اگر میت چت ہوگی تو اس کی

---

① پَٹ کا اُلٹ اس طرح لیٹنا کہ منہ آسمان کی طرف ہو، سیدھا لیٹنا اور پَٹ کا مطلب ہے اس طرح لیٹنا کہ کمر اور پشت آسمان کی طرف ہو اُلٹا لیٹنا چِت۔: پشت کے بل پڑا ہوا ہونا بر پشت خوابیدہ۔ اُفقی طور پر پڑا ہوا۔ چِت پَٹ ڈالنا۔ (Head or Tails)

آنکھیں بند کرنے میں، جبڑوں کو پٹی کے ذریعے باندھنے اور اس کے اعضاء کو سیدھا کرنا بہت آسان ہوگا۔ اور وہ خشک ہوکر اکڑ نہیں جائیں گے۔ پھر اس کے بعد مزید ایک کام یہ بھی کرنا چاہیے کہ مریض جب چت لیٹا ہوا ہو تو اس کے سر کے نیچے تکیے رکھ کر اسے کچھ اُوپر کر دینا چاہیے تاکہ روح نکلتے ہوئے اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہوجائے، آسمان کی طرف نہ ہو۔ پھر صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جو فرمایا ہے کہ مریض مرض الموت کو قبلہ رُخ کروٹ پر لٹانا سنت ہے تو ان کے اس فتوے کی اصل وہ واقعہ ہے کہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے اپنے ایک صحابی حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ان کا انتقال ہوگیا ہے اور انہوں نے یہ وصیت کی ہے کہ ان کے ترکے میں سے ایک تہائی آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے اور انھیں خروج روح کے وقت، عالم نزع میں بیت اللہ کی طرف کروٹ پر لٹا دیا جائے۔ آپ نے فرمایا ان کا قبلہ رُخ ہونے کی وصیت، ان کی فطرت سلیمہ کی دلیل ہے اور جو ایک تہائی حصہ میرے لیے ہے، وہ میں انہی کے اولاد کو (بطور ہدیہ) لوٹا رہا ہوں۔ یہ روایت مستدرک حاکم میں ہے۔ مریض کو عالم نزع میں دائیں جانب لٹا دینے کو سنت کہنے کی دلیل میں صحیح بخاری اور مسلم کی جو حدیث پیش کی گئی ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ جب رات کو سونے کے لیے آپ اپنے بستر پر لیٹیں تو پہلے ایسے وضو کر لیا کریں جیسے کہ نماز کے لیے وضو کیا جاتا ہے پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ کر یہ دعا مانگا کریں اللّٰهم إني أسلمت نفسي إليك. .. اور اگر اس رات نیند کی حالت میں آپ کا انتقال ہوگیا تو آپ صحیح فطرت (اسلام اور ایمان) پر ہی دنیا سے جائیں گے تو اس حدیث میں قبلہ رخ ہونے کا ذکر نہیں ہے اس لیے اس

حدیث سے دلیل نہیں لی جا سکتی۔ صرف دائیں کروٹ پر لیٹنے کا حکم ارشاد فرمایا گیا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ کوئی شخص اگر دائیں کروٹ پر لیٹے تو وہ قبلہ رُخ بھی ہو جائے، اس لیے یہ استدلال تام نہیں ہے اور وہ جو روایت مسند احمد میں حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کی آئی ہے کہ حضرت صاحبزادی صاحبہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مرض الموت میں، میں ان کی تیمارداری میں مصروف تھی کہ ایک دن صبح کے وقت ان کی طبیعت بہت بشاش تھی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ بعض ضروریات کی بنا پر گھر سے تشریف لے جا چکے تھے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا بی بی میرے نئے کپڑے مجھے دے دیں میں نے جوڑا پیش کیا اور آپ نے زیب تن فرمایا پھر فرمایا بی بی ہمارا بستر صحن کے درمیان میں بچھا دیں میں نے بستر وسط صحن میں لگا دیا، وہ اس پر قبلہ رُخ ہو کر لیٹ گئیں اور اپنا دائیاں ہاتھ اپنے گال کے نیچے رکھ کر ارشاد فرمایا کہ بی بی بس اب ہماری روح پرواز کرنے کو ہے ہم بالکل پاک ہوگئے ہیں اب کوئی قریب نہ آئے اور پھر اسی حالت میں وہ انتقال فرما گئیں۔ تو یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے اس سے بھی استدلال نہیں کیا جا سکتا، اور اس ضعف ہی کی وجہ سے تو ابن شاہین نے کتاب الجنائز کے باب المحتضر میں اس روایت کو نہیں تحریر فرمایا۔ ہاں انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میت کو قبلہ رُخ کر دیا جائے۔ حضرت عطاء بن ابی رُباح رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں بھی یہی جملہ آیا ہے اور اس میں اس جملے کے ساتھ یہ اضافہ بھی ہے کہ میت کو دائیں کروٹ پر لٹایا جائے اور میرے علم میں کوئی صحابی و تابعی رضی اللہ عنہم ایسے نہیں تھے جو میت کو قبلہ رُخ نہ لٹاتے ہوں۔ یہ دونوں آثار مستدل بن سکتے ہیں کہ ایک تو میت کو قبر میں ایسے ہی قبلہ رخ لٹایا جائے گا اور دوسرے مرض الموت کے مریض کو بھی اگر بسہولت ممکن ہو تو دائیں کروٹ پر قبلہ رخ لٹا دیا جائے، ان دونوں حالتوں میں سنت قبلہ رُخ کروٹ پر

لٹانا ہی ہے اس لیے اس وضع کو ترجیح حاصل ہے۔ لیکن اس معاملے میں سے بہتر بات وہ ہے جو حضرت صاحب البحر رحمۃ اللہ علیہ نے ''مبتغٰی'' سے نقل کی ہے کہ: سب سے زیادہ صحیح بات تو یہ ہے کہ مریض کو لٹاتے وقت جگہ کا اعتبار کرنا چاہیے کہ وہاں کیسے لٹانا بہتر رہے گا۔ اور یہ بھی اس وقت جب مریض کی طبیعت پر یہ لٹانا گران نہ گذرے اور اگر وہ تنگی محسوس کرے تو پھر اسے اسی حالت میں لٹانا چاہیے جہاں وہ آسانی محسوس کرے۔ مجتبیٰ میں بھی ایسے ہی ہے اور محیط میں ہے کہ مریض کو لٹانے کی چند ایک شکلیں ہیں: ایک تو یہ ہے کہ اسے سیدھا لٹایا جائے جیسے کہ انسان کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے ایسے ہی اسے لٹا دیا جائے (اس صورت میں اس مریض کے پاؤں قبلہ رُخ ہو جائیں گے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔) دوسری شکل یہ ہے کہ جب مریض بالکل موت کے قریب پہنچ جائے تو اسے دائیں کروٹ پر لٹا دیا جائے اگرچہ سیدھا لٹانے کو پسند کیا گیا ہے۔

تیسری شکل یہ ہے کہ جب مریض کا انتقال ہو جائے تو اب نماز جنازہ پڑھانے کے لیے اسے سیدھا اور قبلہ رُخ لٹایا جائے گا اور چوتھی شکل یہ ہے کہ جب اس میت کو قبر میں لٹایا جائے گا تو اسے دائیں کروٹ پر قبلہ رُخ لٹایا جائے گا۔ نسل در نسل سنت کے مطابق یہی طریقہ کار ہے۔ شیخ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''منیۃ المصلی'' کی شرح حلبی کبیر میں تحریر فرمایا ہے: مرض الموت میں مستحب یہ ہے کہ میت کو قبلہ رُخ لٹا دیا جائے کیونکہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے حضرت براء بن معرور رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق دریافت فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ ان کا تو انتقال ہو گیا ہے اور انہوں نے اپنے ترکے میں سے ایک تہائی حصہ آپ کو ہدیہ پیش کیا ہے اور یہ وصیت بھی کی تھی کہ جب ان کا عالم نزع شروع ہو تو انھیں رو بقبلہ لٹا دیا جائے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ قبلہ رُخ

ہونے کی وصیت ان کی فطرت سلیمہ کی غمازی ہے اور جو ایک تہائی حصہ مجھے دیا ہے وہ ان کی اولاد کو میری طرف سے ہدیہ دیا جائے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ اور سنت کے مطابق طریقہ کار یہ ہے کہ ایسے مریض کو دائیں کروٹ پر لٹا دیا جائے جیسے کہ کوئی شخص نیند کے لیے سنت کے مطابق لیٹتا ہے۔ محیط اور اسبیجابی وغیرہ میں ہے کہ مریض کو بالکل سیدھا اس طرح سے لٹا دیا جائے کہ اس کے دونوں پاؤں قبلہ رُخ ہو جائیں اور پھر اس طرح لٹانے کی کوئی نقلی دلیل ذکر کیے بغیر یہ کہا ہے کہ اس طرح روح کو نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ ان کا تجربہ ہی ان کی دلیل ہو اور یہ بات بھی ہوسکتی ہے کہ اگر میت کو کوئی تھامنے والا نہ ہو تو پھر آسانی اسی میں ہے کہ اسے چت لٹا دیا جائے، جیسے کہ چھوٹے بچے کو لٹایا جاتا ہے۔ اس موقع پر مریض کا سر بھی (تکیوں کی مدد سے) کچھ اونچا کر دینا چاہیے تاکہ وہ قبلہ رُخ ہو جائے۔ ہمارے اس موجودہ زمانے میں مریض کو سیدھا ہی لٹاتے ہیں لیکن نہ تو اس بات کو جانتے ہیں کہ اس کا چہرہ (تکیوں کی مدد سے) قبلہ رُخ کرنا ہے اور نہ ہی اس کے پاؤں قبلہ رُخ کرتے ہیں۔ ان دونوں باتوں کی اصلاح کر کے فتویٰ اسی قول کے مطابق دینا بہتر ہوگا۔①

---

① قال شيخ الإسلام برهان الدين المرغيناني رَحِمَهُ ٱللَّهُ في كتابه الهداية شرح بداية المبتدي: (إذا احتضر الرجل وجه إلى القبلة على شقه الأيمن) اعتباراً بحال الوضع في القبر لأنه أشرف عليه، والمختار في بلادنا الاستلقاء لأنه أيسر لخروج الروح والأول هو السنة اهـ.

قوله: المختار في بلادنا معناه اختاره مشائخ بما وراء النهر رَحِمَهُمُ ٱللَّهُ وأفتوا على استلقائالميت؛ لأنه أيسر لخروج الروح ولتغميضه و شد لحييه وأمنع من تقوس أعضائه. و لكن تعقبه صاحب فتح القدير رَحِمَهُ ٱللَّهُ حيث قال: (لأنه أيسر) لم يذكر فيه وجه ولا يعرف إلا نقلاً. والله أعلم

www.seerat.net

بخاری سے زیادہ صحیح تر اور کامل روایت صحیح مسلم کی ہے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی عادت کے مطابق مختلف روایات میں جو مختلف اضافے لاتے ہیں ان کا بھی تذکرہ فرماتے

بالأيسر منهما، ولا شك أنه أيسر لتغميضه وشد لحييه و أمنع من تقوس أعضائه. ثم إذا ألقى على القفا يرفع رأسه قليلاً ليصير وجهه إلى القبلة دون السماء قوله: (والأول هو السنة) أما توجيهه: "فلأنه عَلَيْهِ ٱلصَّلَاةُ وَٱلسَّلَامُ لما قدم المدينة سأل عن البراء بن معرور فقالوا: توفي و أوصى بثلثه لك، وأوصى أنيوجه إلى القبلة لما احتضر، فقال عَلَيْهِ ٱلسَّلَامُ: "أصاب الفطرة، و قد رددت ثلثه على ولده" رواه الحاكم. و أما أن السنة كونه على شقه الأيمن فقيل: يمكن الاستدلال عليه بحديث النوم في الصحيحين عن البراء بن عازب عنه عَلَيْهِ ٱلصَّلَاةُ وَٱلسَّلَامُ قال: "إذا أتيت مضجعك فتوضأ وضوءك للصلاة ثم اضطجع على شقك الأيمن و قل: اللهم إني أسلمت نفسي إليك، إلى أن قال: فإن مت مت على الفطرة" و ليس فيه ذكر القبلة، و ما روى الإمام أحمد عن أم سلمى قالت: "اشتكت فاطمة رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا شكواها التي قبضت فيها فكنت أمرضها، فأصبحت يوماً كأمثل ما رأيتها، و خرج علي لبعض لحاجته فقالت: يا أمه أعطني ثيابي الجدد، فأعطيتها فلبستها، ثم قالت: يا أمه قدمي لي فراشي وسط البيت، ففعلت واضطجعت فاستقبلت القبلة، وجعلت يدها تحت خدها، ثم قالت: يا أمه إني مقبوضة الآن و قد تطهرت فلا يكشفني أحد، فقبضت مكانها" فضعيف، و لذا لم يذكر ابن شاهين في باب المحتضر من كتاب الجنائز له عير أثر عن إبراهيم النخعي قال: "يسقبل بالميت القبلة" و عنعطاء بن أبي رباح نحوه بزيادة "على شقه الأيمن ما علمت أحداً تركه من ميت"، و لأنه قريب من الوضع في المقبر و من اضطجاعه في مرضه، والسنة فيهما ذلك فكذا فيما قرب منهما.

(فتح القدير للشيخ كمال الدين محمد بن عبدالواحد رَحِمَهُ ٱللَّهُ، كتاب الصلاة، باب الجنائز، تحت قوله: لأنه أيسر، ج: ٢، ص: ١٠٤،١٠٥).

www.seerat.net

ہیں۔ چنانچہ ان کی روایت کردہ دو صحیح احادیث کو جمع کر کے یہ ایک مندرجہ ذیل روایت

ولكن أحسن ما نقل في هذا الباب ما نقل صاحب البحر رَحِمَهُ ٱللَّهُ من المبتغىٰ. والأصح أنه يوضع كما تيسر لاختلاف المواضع والأماكن. و هذا كله إذا لم يشق عليه، فإذا شق عليه رك على حاله كذا في المجتبىٰ. وذكر في المحيط: الاضطجاع للمريض أنواع، أحدها: في حالة الصلاة و هو أن يستلقى على قفاه، والثاني: إذا قرب من الموت يضجع على الأيمن واختير الاستلقاء، والثالث: في حالة الصلاة على الميت يضجع على قفاه معترضا للقبلة، والرابع: في اللحد يضجع على شقه الأيمن و وجهه إلى القبلة هكذا توارثت السنة اهـ.

(البحر الرائق للشيخ أبي البركات عبدالله بن أحمد حافظ الدين النسفي رَحِمَهُ ٱللَّهُ، كتاب الجنائز، تحت قوله: ولي المحتضر القبلة على يمينه، ج: ٢، ص: ٢٩٨،٢٩٩).

وقال الشيخ إبراهيم الحلبي رحمة الله في شرح منية المصلي: يستحب أن يوجه إلى القبلة لما روي أنه عَلَيْهِ ٱلصَّلَاةُ وَٱلسَّلَامُ لما قدم المدينة سأل عن البراء بن معرور، فقالوا: توفي و أوصى بثلثه لك و أوصى أن يوجه إلى القبلة لما احتضر فقال عَلَيْهِ ٱلصَّلَاةُ وَٱلسَّلَامُ: "أصاب الفطرة و قد رددت ثلثه على ولده" الحديث، رواه الحاكم و قال: صحيح والسنة أن يكون على شقه الأيمن كما هو السنة في النوم و في المحيط والإسبيجابي و غيرهما أن العرف أن يوضع مستلقيا و قدماه إلى القبلة قالوا: هو أيسرلخروج الروح و لم يذكروا وجه ذلك، ولا يمكن معرفته بالتجربة نعم، هو أسهل عند عدم الاستمساك كما في الطفل وينبغي حينئذ أن يرفع رأسه قليلاً ليكون وجهه إلى القبلة.

(حلبي كبير للشيخ إبراهيم الحلبي رَحِمَهُ ٱللَّهُ، فصل في الجنائز، البحث الأول: فيما يفعل بالمحتضر، ص: ٥٧٦).

وعليه الفتوىٰ و هو المعتاد في زماننا.

بنتی ہے۔

حضرت سعد بن عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ:

ان سے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جب آپ رات کو سونے کے لیے بستر پر لیٹیں تو پہلے ایسے ہی وضو کر لیا کریں جیسے کہ آپ نماز پڑھنے کے لیے وضو کرتے ہیں، پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ کر یہ دعا مانگا کریں:

(ترجمہ:۔اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیرے حوالے کر دیا اور اپنے تمام کام تیرے سپرد کر دیے اور تجھے ہی اپنا پشت پناہ ٹھہرالیا۔میری اُمیدیں تجھ سے وابستہ ہوگئیں اور تیرا ڈر مجھ پر غالب آ گیا تیری تقدیر سے بچنے کے لیے سوائے تیرے اور کوئی جگہ نہ بچنے کی ہے اور نہ پناہ میں آجانے کی میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی ہے اور اس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جسے تو نے بھیجا ہے۔)

اور اس دعا کے بعد کسی سے بات نہیں کرنی بس سو جانا ہے اور دیکھو اگر اس رات نیند کی حالت ہی میں تمہیں موت آ گئی تو تم ایمان اور فطرت کے ساتھ دنیا سے جاؤ گے (اور اس کے بعد کی ایک روایت میں یہ اضافہ آیا ہے) اور اگر تم صبح اُٹھ گئے تو تم بخیر وخوبی دن گذارو گے۔①

① عن سعد بن عبيدة: حدثني البراء بن عازب أن رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: "إذا أخذت مضجعك فتوضأ وضوءك للصلاة، ثم اضطجع على شقك الأيمن، ثم قل: "**اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ، وَاجْعَلْهُنَّ مِنْ آخِرِ كَلَامِكَ**"،

www.seerat.net

③ جب مریض پر نزع کا عالم طاری ہو تو ہر اس مرد، عورت کو اس مریض کے پاس سے اُٹھ جانا چاہیے یا پھر انھیں اُٹھا دینا چاہیے، جن مرد و عورت پر غسل واجب ہو مثلاً وہ خواتین جو ایام یا حالت نفاس میں ہوں یا وہ مرد جن پر غسل واجب ہو، تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتوں کو زحمت نہ ہو۔

درمختار میں ہے کہ:

مریض جب عالم نزع میں پہنچ جائے تو حیض و نفاس اور جنبی مرد و عورت کو اس مریض کے پاس سے اُٹھا دینا چاہیے۔ علامہ شامی قدس اللہ سرہ السامی فرماتے ہیں: عالم نزع میں مریض کے پاس سے ایسے حضرات و خواتین کو اُٹھا دینا چاہیے، اور النہر الفائق میں ہے کہ یہ اُٹھا دینا مناسب ہے (کچھ فرض اور واجب نہیں) اور نور الایضاح میں ہے کہ ان لوگوں کو اُٹھایا جائے گا یا نہیں اس مسئلے میں اختلاف ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے نور الایضاح کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ اپنی شرح از مراقی الفلاح سمیت یہ ہے: عالم نزع میں مریض کے پاس سے ایسے لوگوں کو اُٹھا دینا، جن پر غسل واجب ہو، تو یہ بہتر ہے (فرض یا واجب نہیں ہے) اور بہتر بھی اس وقت ہے جب مریض کو ان لوگوں کی ضرورت نہ ہو (اور اگر کسی ایسے مرد و عورت کی مریض کو ضرورت ہو تو پھر وہاں سے نہ وہ خود جائے اور نہ ہی اسے نکالا جائے) علامہ کاکی رحمۃ اللہ علیہ

فإن مت من ليلتك، مت وأنت على الفطرة".

وفي رواية أخرى: أنه قال: "وبنبيك الذي أرسلت، فإن مت من ليلتك مت على الفطرة، وإن أصبحت أصبت خيرا".

نے جو مسئلہ تحریر فرمایا ہے وہ بھی اسی کے مطابق ہے کہ کسی بھی جنبی اور حائضہ مرد وعورت کو مریض کے عالم نزع میں، اس سے الگ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ مریض اور اس مرد وعورت کا باہمی شفقت ومحبت کا تعلق ہو یا ایک دوسرے کی احتیاج لاحق ہو (تو اخراج کی صورت فریقین کے لیے باعث تکلیف ہوگی) بعض فقہاء رحمہم اللہ نے ان خواتین ومرد حضرات کے علاوہ کافر کے لیے بھی یہی حکم تحریر فرمایا ہے کہ اسے بھی مسلمان مریض کے عالم نزع کے وقت وہاں سے اُٹھادینا چاہیے۔اور کافر کو ہٹا دینا بہتر ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مراقی الفلاح حاشیہ نور الایضاح میں تحریر فرمایا ہے کہ مریض کے عالم نزع میں حائضہ اور نفاس والی خواتین کو، وہاں سے اُٹھایا جائے گا یا نہیں اور ایسے ہی وہ مرد وعورت جس پر غسل واجب ہو وہ بھی اُٹھائے جائیں گے یا نہیں، اس مسئلے میں اختلاف ہے۔اوران کے اُٹھانے کی وجہ یہ ہے کہ بعض روایات میں یہ آیا ہے کہ جہاں بھی ایسے لوگ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے وہاں آنے سے رُک جاتے ہیں۔

اور ایسے ہی ''البحر الرائق'' میں بھی ہے کہ: مناسب یہ ہے کہ کسی مسلمان مرد وعورت کے عالم نزع میں حائضہ، نفاس والی اور ہر مرد وعورت جس پر غسل واجب ہو، وہاں سے اُٹھا دیا جائے۔①

---

① قال في الدرالمختار: و يخرج من عنده الحائض و النفساء والجنب، و في حاشية ابن عابدين:(قوله: ويخرج من عنده إلخ) في النهر: "و ينبغي إخراج الحائض إلخ"، و في نور الإيضاح: "واختلف في إخراج الحائض إلخ".

(حاشية ابن عابدين لمحمد أمين بن عمر رَحِمَهُ ٱللَّهُ، بتحقيق: د. حسام الدين بن محمد صالح فرفور، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مقوله: [٧٢٣٨] قوله: و يخرج من عنده إلخ، ج: ٥، ص: ١٩٥، ١٩٦).

وما ذكر ابن عابدين رَحِمَهُ ٱللَّهُ من عبارة نورالإيضاح فهي هذه بتمامها من مراقي الفلاح شرح

www.seerat.net

④ میت پر جب نزع کا عالم طاری ہو جائے تو اس کے سامنے کلمہ شہادت پڑھا جائے تا کہ وہ کلمہ شہادت پڑھ لے۔ مریض کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ آپ کلمہ شہادت پڑھیں کیونکہ اگر اس نے انکار کر دیا تو لوگ بدگمانی میں مبتلا ہو جائیں گے اور باتیں بنائیں گے کہ میت نے آخری وقت میں کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا اور جن لوگوں کے دلوں میں میت کے خلاف بغض اور نفرت ہو گی وہ لوگوں کو اس بات کی اطلاع بھی دیں گے اور عین ممکن ہے کہ وہ یہ بھی کہیں کہ اس میت کا جنازہ نہ پڑھو کیونکہ اس نے آخری

نور الإيضاح: إخراجهم على سبيل الأولوية إذا كان عن حضورهم غنى فلا ينافي ما ذكره الكاكي: من أنه لا يمتنع حضور الجنب و الحائض وقت الاحتضار و وجه عدم الإخراج أنه قد لا يمكن الإخراج للشفقة أو للاحتياج إليهن و نص بعضهم على إخراج الكافر أيضاً و هو حسن.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح لحسن بن عمار الشرنبلالي رَحِمَهُ اللّٰهُ، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، تحت قوله: وجه الإخراج إلخ، ص: ٣٠٨).

و قال الطحطاوي في حاشيته على المراقي: (واختلفوا في إخراج الحائض والنفساء) والجنب (من عنده) وجه الإخراج امتناع حضور الملائكة محلاً به حائض أو نفساء كما ورد..إلخ.

(حاشية الطحطاوي للعلامة الشيخ أحمد الطحطاوي رَحِمَهُ اللّٰهُ، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، تحت قوله: واختلفوا في إخراج الحائض..إلخ، ص: ٣٠٨) على هامش مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح.

و كذا في البحر: و يخرج من عنده الحائض و النفساء و الجنب.

(البحر الرائق للشيخ أبي البركات عبدالله بن أحمد حافظ الدين النسفي رَحِمَهُ اللّٰهُ، كتاب الجنائز، تحت قوله: فإن مات شد لحياه و غمض عيناه، ج: ٢، ص: ٣٠٠)

www.seerat.net

وقت میں کلمہ شہادت پڑھنے سے انکار کر دیا تھا، حالانکہ بات صرف اتنی سی ہے کہ وہ اپنی تکلیف اور درد میں اتنا مبتلا تھا کہ کلمہ شہادت نہیں پڑھ سکتا تھا یا موت کا اتنا خوف تھا کہ وہ کلمہ شہادت اس خوف کی وجہ سے نہیں پڑھ سکا اسی لیے فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے یہ تصریح کی ہے کہ میت کو کلمہ شہادت کی تلقین وہ شخص کرے جو اس کا خیر خواہ ہو۔ ایسا شخص نہ ہو جو اس میت کا دشمن یا اس کی موت سے خوش ہونے والا ہو کیونکہ اگر میت نے کلمہ شہادت نہ پڑھا تو یہ دشمن بات کا تبنگڑ بنائے گا۔ حضرت ابو حفص حداد رحمۃ اللہ علیہ کسی بھی شخص کے عالم نزع میں اسے

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ.

میں اپنے گناہوں کی معافی اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے وہ ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والی ہستی ہے اور میں توبہ کرتا ہوں۔

کے جملے سے تلقین کرتے اور فرماتے تھے کہ اس جملے کو پڑھانے کا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح سے مرنے والا توبہ بھی کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی بھی دے دیتا ہے اور یہ وہ بات ہے جو کہ کلمہ شہادت پڑھنے سے حاصل ہوتی تھی اور تیسرے یہ کہ عالم نزع میں پڑا ہوا یہ مریض اور اس کے گھر والے توبہ کے یہ کلمات پڑھنے سے

گھبراتے نہیں ہیں جب کہ کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت پڑھا جائے تو ہر شخص گھبرا اٹھتا ہے اور جانتا ہے کہ اب موت آرہی ہے سو جو لوگ بھی مرنے والے کے پاس ہوں جب اس پر عالم نزع طاری ہو تو اونچی آواز سے بار بار کلمہ شہادت یا استغفار کے وہ الفاظ پڑھیں جو کہ اُوپر گذرے ہیں تا کہ اس مرنے والے کو ترغیب ہو اور وہ یہ استغفار یا کلمہ شہادت پڑھ لے اور اس کا آخری کلام یہ ہو جائے اور جب وہ یہ پڑھ لے تو پھر لوگوں کو خاموش ہو جانا چاہیے تا کہ میت کا آخری کلام یہ ہو اور اگر پھر اس کے بعد بھی مرنے والا کوئی بات کرے تو پھر کلمہ شہادت پڑھا جائے تا کہ اس کا آخری کلام یہ بنے۔

درمختار میں ہے کہ:

مرنے والے کو عالم نزع میں کلمہ پڑھنے کا حکم نہ دیا جائے تا کہ وہ تنگ دل نہ ہو اور جب ایک مرتبہ اس نے کلمہ پڑھ دیا تو یہ کافی ہے اب جب تک وہ اور کوئی بات نہ کرے تو اس کے پاس کلمے کی تکرار، ترغیب دلانے کے لیے بھی نہیں کرنی چاہیے تا کہ اس کا آخری کلام یہی کلمہ ہو جائے۔ اور ردمختار میں ہے کہ مریض کو کلمہ پڑھنے کا حکم نہ دینے سے مراد یہ ہے کہ اسے یہ نہ کہا جائے کہ آپ کلمہ پڑھیں اور تنگ دل ہونے سے مراد یہ ہے کہ کہیں وہ کلمہ پڑھنے سے انکار ہی نہ کر دے۔

اور ایسے ہی ''تبیین الحقائق'' میں بھی ہے کہ مرنے والے کو کلمہ شہادت کی تلقین کی جائے کیونکہ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے مرنے والوں کو ''لا الہ الا اللہ'' کی تلقین کرو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی عالم نزع میں ہو تو اسے تلقین کرنی چاہیے۔

ایک دوسری روایت میں حضرت رسالت پناہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جس شخص کا موت سے پہلے آخری جملہ لا الہ الا اللہ ہوگا وہ جنت میں جائے گا۔ یہ تلقین اس لیے بھی کرنی چاہیے کہ عالم نزع میں شیطان مسلمان کے عقیدے کو برباد کرنے کے لیے پورا زور لگا دیتا ہے کہ یہ مسلمان کفر یا شرک کر کے ہی دنیا سے جائے۔ سو اس وقت کوئی شخص چاہیے جو اس مرنے والے کو کلمہ یاد دلائے اور کوئی شخص ہو جو اس مرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تلقین کرے، اور تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ اس مرنے والے کو یہ نہ کہا جائے کہ آپ کلمہ پڑھیں بلکہ بار بار اس کے سامنے کلمہ طیبہ کو لوگ خود پڑھیں۔

اور ''ینابیع'' میں ہے کہ مرنے والے کو کلمہ شہادت کی تلقین کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مریض پر عالم نزع طاری ہو تو اس کے سامنے اُونچی آواز سے کلمہ شہادت بار بار پڑھا جائے یہاں تک کہ وہ اس کلمے کو سن لے اور خود بھی پڑھ دے۔ اس مریض کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ وہ کلمہ پڑھے کیونکہ ''مضمرات'' میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی مومن سے کہا جائے کہ لا الہ الا اللہ پڑھو اور وہ انکار کر دے تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اگرچہ وہ مومن ہی کیوں نہ ہو لیکن اس نے کلمہ پڑھنے سے انکار کر کے کفر کیا (اس لیے مرنے والے کو یہ حکم ہی نہیں دینا چاہیے کہ وہ کلمہ پڑھے کیونکہ اس نازک وقت میں اگر اس نے انکار کر دیا تو وہ اگرچہ کافر نہیں ہو جائے گا اس کو مومن مانا جائے گا اور اس کا جنازہ بھی پڑھا جائے گا اور اس کے انکار کی تاویل کی جائے گی کہ وہ خوف کے مارے نہیں پڑھ سکا یا وہ موت یا اپنی تکلیف سے گھبرا گیا تھا وغیرہ وغیرہ لیکن کسی کو بدگمانی میں ڈالنے کی کوئی صورت پیدا نہیں کرنی چاہیے۔)

''شرح الملتقی'' میں ہے کہ حضرت ابو حفص حداد رحمۃ اللہ علیہ مریض کو یہ تلقین کرتے تھے کہ وہ

استغفار کا ورد کرے کیونکہ اس جملے کو پڑھنے سے ایک تو گناہوں سے اس کی توبہ ہو جائے گی دوسرے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار بھی ہو جائے گا اور تیسرے ممکن ہے کہ مرنے والا کلمہ شہادت کے الفاظ سن کر یہ سوچنے لگے کہ بس اب تو مر رہا ہوں اور ڈر کے مارے کلمہ شہادت نہ پڑھے کیونکہ تلقین کرنے والے تو اسی وقت کلمہ شہادت پڑھتے ہیں، جب مریض کو موت کے منہ میں جاتا ہوا دیکھتے ہیں اور ایسے ہی اس مریض کو اعزاء واقرباء بھی شدید پریشان ہو جائیں گے کہ کلمہ شہادت پڑھنے کا مطلب تو یہ ہوا کہ اب ہمارا مریض، میت ہو جائے گا۔

اور ''البحر الرائق'' میں بھی ایسے ہی ہے کہ مرض الموت میں ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی تلقین کی جائے لیکن مریض کو یہ نہ کہا جائے کہ آپ کلمہ پڑھیں بس اس کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو چاہیے کہ کلمہ طیبہ پڑھتے رہیں، کیونکہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے اس بات کی ترغیب دلائی ہے کہ مرض الموت کے مریض کو کلمہ طیبہ تلقین کیا جائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل مستحب ہے۔

اور ''مجتبیٰ'' میں ہے کہ مریض نے جب ایک مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ لیا تو یہ کافی ہے۔ پھر جب تک وہ دوبارہ کوئی بات نہ کرے اس وقت تک اسے تلقین نہ کی جائے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے مرض الموت میں لوگوں نے بار بار کلمہ طیبہ پڑھا جب کہ وہ ایک مرتبہ پڑھ چکے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ دیکھیے جب میں نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا ہے تو اب جب تک میں کوئی اور بات نہ کروں اسی کلمہ طیبہ پر ہی قائم ہوں۔ کیونکہ تلقین کرنے سے غرض یہ ہے کہ مرنے والے کا آخری جملہ لا الہ الا اللہ ہو جائے۔

اور ''النہر الفائق'' میں ہے کہ تلقین کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مرنے والے کے پاس بیٹھ کر

www.seerat.net

اُونچی آواز سے کلمہ طیبہ پڑھا جائے۔ ممکن ہے کہ اسے بھی کلمہ طیبہ پڑھنے کو دل چاہے اور اس طرح اس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو جائے۔ اسے کلمہ پڑھنے کا حکم بھی نہ دیا جائے اور جب وہ ایک مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ لے تو جب تک وہ کوئی اور بات نہ کرے اب خاموش رہا جائے یہاں تک کہ وہ انتقال کر جائے۔ یہ تلقین کرنا مستحب ہے اور اس پر تمام امت کا اجماع ہے جیسے کہ ''الدرایہ'' میں بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ جو مسئلہ ''فتاویٰ قنیہ'' میں ہے کہ مریض کے پاس جو بھی اس کے بھائی بندے بیٹھے ہیں ان پر یہ واجب ہے کہ میت کو تلقین کریں۔ تو یہ مسئلہ درست نہیں ہے، یہاں تک کہ فرض کیجیے کہ مریض سے اس مرض الموت میں کوئی کفر کا جملہ بھی زبان سے نکل جائے تو اس وقت بھی مریض پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور یہ تاویل کی جائے گی کہ اس کی عقل گم ہوگئی تھی۔ اور اس کے ساتھ جنازہ کے وہ تمام رسوم ادا کی جائیں گے جو کہ مسلمان میت کے ساتھ کی جاتی ہیں۔ ''در مختار'' میں ہے کہ مرض الموت کے مریض سے اگر موت کے وقت کوئی کفر کے جملے بھی سرزد ہو جائیں تو وہ اس کے لیے معاف ہیں اور ہم ایسی میت کے ساتھ شریعت کے مطابق ہی تمام کفن، دفن وغیرہ کے فرائض انجام دیں گے۔ ہم ایسے مرنے والے کے کفر کے جملوں کے بارے میں یہ کہیں گے کہ وہ ایسی تکلیف میں تھا کہ اس کی عقل زائل ہو رہی تھی۔ اور اسی لیے بعض حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ موت سے قبل اس کی عقل کے اختلال کی توجیہہ اختیار کی جائے گی علامہ کمال الدین ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی عبارت کی شرح میں ارشاد فرمایا ہے کہ ایسے مریض سے مرض الموت میں جو بھی کلمات سرزد ہوں وہ سب معاف ہیں کہ ایسے مریض کی عقل زائل ہوگئی تھی یا یہ کہ اس کا مرض اتنا تکلیف دہ تھا کہ بوجہ الم اس کی زبان سے یہ کفریہ جملے سرزد ہو گئے اور یا پھر یہ کہ

www.seerat.net

اس نازک وقت میں شیطان نے اس مریض کو بہکا دیا کیونکہ شیطان ایسے ہی نازک مواقع پر مومن کے عقیدے پر حملہ آور ہوتا ہے۔اور یہ کہنا کہ علامہ کمال الدین ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تحریر فرمایا ہے تو وہ یہ تحریر فرماتے ہیں: بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ کفر کے جملوں کا یہ مسئلہ اس وقت ہے جب عین موت نظر آ رہی ہو اور میں اللہ تعالیٰ کا کمزور بندہ جو کہ ''ہدایہ'' کی شرح میں یہ سب کچھ لکھ رہا ہے، خود اپنا معاملہ اس پروردگار کے سپرد کرتا ہوں جو کہ حد درجہ بے نیاز اور بہت عزت والا ہے، اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور وہ بہت عظیم ذات ہے، میری اسی پاک ذات سے درخواست ہے کہ وہ مجھے ایمان اور اسلام پر یقین کے ساتھ موت دے۔اور جو کوئی بھی اس پاک ذات، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ اسے کافی ہے۔کسی گناہ سے بچنا اور کسی نیک کام کو کرنا اسی کی توفیق سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہی بلند شان اور عظمتوں والی ہے۔میں (علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ) بھی اللہ تعالیٰ سے یہی دعا مانگتا ہوں جو حضرت کمال الدین ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے مانگی ہے اور اپنے حسن خاتمہ کے لیے اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔علامہ کمال الدین ابن ہمام شارح ہدایہ اور علامہ شامی قدس اللہ سرہ السامی شارح درمختار رحمۃ اللہ علیہم کے بعد میں اپنے پروردگار کا گنہگار بندہ جسے اپنے تمام گناہوں کے شرمندگی کے ساتھ اعتراف ہے دعا مانگتا ہے کہ مجھے بھی وہی حسن خاتمہ کی بھیک دی جائے جو کہ ان اکابرین رحمۃ اللہ علیہم کو عنایت فرمائی گئی۔اس پر رحم کیا جائے اس کے گناہوں سے درگذر کیا جائے اور موت کے وقت اسے کلمہ شہادت پڑھنے کی دولت نصیب ہو۔اپنے گناہوں سے استغفار کی مہلت بھی ملے اور موت کے وقت آپ کی تسبیح مع تحمید کر سکے اور اس جاہل اور غبی کو یہ تمام کلمات ایسے ہی الہام کر دیئے جائیں جیسے کہ حضرت سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے جھولنے میں الہام کیے گئے تھے۔امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے

اپنے حاشیہ درمختار میں فرمایا ہے کہ: مناسب یہ ہے کہ مرنے والے کو وہ شخص کلمہ طیبہ کی تلقین کرے جو اس کے مرنے پر خوش نہ ہو اور اس مرنے والے کا خیر خواہ ہو (کیونکہ اگر تلقین ایسے شخص نے کی جو اس کے مرنے پر خوش تھا اور مرنے والے نے کلمہ پڑھنے سے بوجہ مرض یا خوف انکار کر دیا تو اس کا یہ بدخواہ لوگوں میں گاتا پھرے گا کہ اس نے کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا ہے اس لیے یہ مرتے دم کافر تھا، اس کا جنازہ نہ پڑھو) اور جہاں تک کلمہ شہادت پڑھنے کا تعلق ہے تو یہ تو صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کا موت سے پہلے آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوگا، وہ جنت میں جائے گا۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر طرح کے عذاب سے محفوظ ہو کر جنت میں چلا جائے گا ورنہ تو ہر مومن جنت میں چلا ہی جائے گا خواہ اس نے مرتے وقت آخری کلام لا الہ الا اللہ نہ بھی کہا ہو، صاحب حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''امداد الفتاح'' سے اس مسئلے کو ایسے ہی نقل کیا ہے۔①

---

① و قال في الدر المختار: (من غير أمره بها) لئلا يضجر، و إذا قالها مرة كفاه، ولا يكرر عليه ما لم يتكلم ليكون آخر كلامه لا إله إلا الله. وفي رد المحتار: (قوله: من غير أمره) أي: من غير أن يقول له: قُلْ، فهو مصدر مضاف إلى مفعوله. (قوله: لئلا يضجر) أي: و يردها، "درر".

(حاشية ابن عابدين، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مقولة: ٧٢٢١، و مقولة: ٧٢٢٢، ج: ٥، ص: ١٨٨).

و كذا في التبيين: (ولقن الشهادة) لقوله عَلَيْهِ ٱلصَّلَاةُ وَٱلسَّلَامُ: "لقنوا موتاكم شهادة أن لا إله إلا الله"، والمراد من قرب من الموت، و قال عَلَيْهِ ٱلصَّلَاةُ وَٱلسَّلَامُ: "من كان آخر كلامه لا إله إلا الله دخل الجنة"، و لأنه موضع يتعرض فيه الشيطان لإفساد اعتقاده فيحتاج إلى مذكر و منبه على التوحيد، و كيفية التلقين أن تذكر كلمة التوحيد عنده ولا يؤمر بها.

(تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز، ج: ١، ص: ٢٣٤).

و في الينابيع: (ولقن الشهادة) يريد به أن يقول من عنده في حالة النزاع جهرا "أشهد أن لا إله

⑤ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص کا دنیا سے رخصتی سے پہلے آخری کلام لا إله إلا اللّٰه ہوگا وہ جنت میں چلا جائے گا۔اس حدیث کا مطلب یہ

إلا اللّٰه و أشهد أن محمدا رسول اللّٰه" حتى يسمع و يتلقن منه، ولا يقول له: قُلْ، و في المضمرات: و لو قال لمسلم، قُلْ: "لا إله إلا اللّٰه"، فلم يقل، كفر باللّٰه و إن اعتقد الإيمان، و في شرح المتفق: و كان أبو حفص الحداد يلقن المريض بقوله: "أستغفرالله الذي لا إله إلا هو الحي القيوم و أتوب إليه"، و كان يقول: فيه معاني، أحدها: توبة، و الثاني: توحيد، و الثالث: أن المريض ربما يفزع بتلقين الشهادة له؛ لأن الملقن لعله رأى فيه علامة الموت و لعل أقرباء المريض يتأذون به.

(الفتاوى التاتارخانية للعلامة عالم بن العلاء الأنصاري رَحِمَهُ اللّٰهُ، كتاب الصلاة، صلاة المريض، رقم المسألة: ٣٥٥١، ج: ٢، ص: ٦٧٤).

و كذا في البحر الرائق: (ولقن الشهادة) بأن يقال عنده لا إله إلا اللّٰه محمد رسول اللّٰه ولا يؤمربها للحديث الصحيح: "من كان آخر كلامه لا إله إلا اللّٰه دخل الجنة"، و هو تحريض على التلقين بها عند الموت فيفيد الاستحباب، و في المجتبى: و إذا قالها مرة كفاه ولا يكثر عليه ما لم يتكل بعد ذلك، و لما أكثر على ابن المبارك عن الوفاة قال: إذا قلت مرة فأنا على ذلك ما لم أتكلم لأن الغرض من التلقين أن يكون لا إله إلا الله آخر قوله اهـ.

(البحر الرائق للشيخ أبي البركات عبداللّٰه بن أحمد حافظ الدين النسفي رَحِمَهُ اللّٰهُ، كتاب الجنائز، تحت قوله: و لقن الشهادة، ج: ٢، ص: ٢٩٩).

و في النهر الفائق: معنى تلقينها ذكرها جهراً عنده عساه أن يأتي بها لتكون آخر كلامه لا الأمر بها ولو أتى بها مرة كفاه، ولا يكثر عليه ما لم يتكلم بأجنبي، و هذا التلقين مستحب بالإجماع كذا في "الدراية"، فما في "القنية": الواجب على إخوانه و أصدقائه أن يلقنوه تجوز و إذا ظهر

ہے کہ وہ شخص بغیر عذاب کے جنت کا مستحق ٹھہرے گا وگرنہ تو اگر کوئی مومن بغیر کلمہ پڑھے بھی انتقال کر گیا تو اس کا ایمان ہی اسے بالآخر جنت میں داخلے کے لیے کافی

منه ما يوجب الكفر لم يحكم بكفره، و يعامل معاملة موتى المسلمين حملاً له على أنه حال زوال عقله، و من ثم اختار بعضهم الحكم بزواله في هذه الحالة، و لم أر تلقين المجنون والأصم والأخرس والصغير والذي لا يعقل، و ينبغي تلقين الأولين؛ لأن المدار على أن يكون آخر كلامه لا إله إلا اللّٰه، و كل منهما يمكن منهذلك، بخلاف الأخيرين فتدبره.

(النهر الفائق شرح كنز الدقائق لسراج الدين عمر بن إبراهيم ابن نجيم رَحِمَهُ اللّٰهُ، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، تحت قوله: (ولقن الشهادة)، ج:١، ص: ٣٨١).

ثم قال في الدر المختار: (و ما ظهر منه من كلمات كفرية يغتفر في حقه و يعامل معاملة موتى المسلمين) حملاً على أنه في حال زوال عقله، و لذا اختار بعضهم زوال عقله قبل موته، ذكره "الكمال". وفي رد المحتار: (قوله: و لذا اختار إلخ) أي: لكونه في حال زوال عقله يغتفر ما يصدر منه اختار بعضهم زوال عقله في ذلك الوقت مخافة أن يتكلم بذلك قصدا من ألم الموت، و من أن يدخل عليه الشيطان، فإن ذلك الوقت وقت عروضه له. (قوله: ذكره "الكمال") و قال أيضاً: ((و بعضهم اختاروا قيامه في حال الموت، والعبد الضعيف مؤلف هذه الكمات فوض أمره إلى الرب الغني الكريم متوكلا عليه، طالبا منه ـــ جلت عظمته ـــ أن يرحم عظيم فاقتي بالموت على الإيمان والإيقان، و من يتوكل على اللّٰه فهو حسبه، ولا حول ولا قوة إلا باللّٰه العلي العظيم)) اهـ. و أنا العبد الذليل أقول: مثل قوله: مستعيناً بقوة اللّٰه تعالىٰ و حوله.

(حاشية ابن عابدين، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مقولة: ٧٢٣١، و مقولة: ٧٢٣٢، ج: ٥، ص: ١٩٤).

و أنا عبده المعترف بذنبه أسأل اللّٰه عَزَّوَجَلَّ مثل ما سأل الأكابرين رَحِمَهُمُ اللّٰهُ أن يرحم و يستغفر و

www.seerat.net

ہوگا۔

ردالمختار میں ہے کہ:

عالم نزع میں تلقین کی جائے تو یہ تلقین اس لیے ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے حکم فرمایا ہے کہ اپنے مرنے والوں کو ''لا الہ الا اللہ'' کی تلقین کرو۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ اپنی موت کے وقت اگر یہ کلمہ پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے محفوظ نہ فرمائے، اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا مرنے سے پہلے آخری جملہ یا کلام ''لا الہ الا اللہ'' ہوگا وہ جنت میں جائے گا۔ ''برہان'' میں یہی مسئلہ تحریر کیا گیا ہے۔ اور یہ جو فرمایا ہے کہ وہ جنت میں جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ خوش نصیب بغیر حساب و کتاب کے کامیاب جنتی حضرات کے ساتھ اس کلمے کی بدولت چلا جائے گا ورنہ تو ہر مسلمان جنت ہی میں جائے گا اگرچہ وہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اور خواہ وہ کتنی مدت تک عذاب میں رہے۔ ''امداد'' میں یہ مسئلہ ایسے ہی تحریر کیا

يتوب و يلهمني كلمة الشهادة والاستغفار وتسبيحه وتحميده عند موتي كما ألهم سيدنا عيسىٰ رسول اللّٰه و كلمته في المهد عليه وعلى جميع الأنبياء والملائكة والصالحين عَلَيْهِمُ السَّلَامُ.

و كذا في حاشية الطحطاوي: وينبغي أن يكون الملقن غير متهم بالمسرة بموته و أن يكون ممن يعتقد فيه الخير (قوله بذكر الشهادتين) ليكونا آخر كلامه، فقد ورد في الحديث الصحيح: "من كان آخر كلامه لا إله إلا الله دخل الجنة" أي مع السابقين و إلا فكل مؤمن يدخل الجنة و إن لم يقلها عند الموت، حلبي عن إمداد الفتاح.

(حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، تحت (قوله: و يلقن ندباً و قيل: وجوباً) ج: ١، ص: ٣٦٣).

گیا ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث آئی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا دنیا سے جانے سے پہلے آخری جملہ ''لا الہ الا اللہ'' ہوگا، وہ ضرور جنت میں جائے گا، یہ حدیث ابوداؤد میں بھی آئی ہے۔ اس کی شرح میں علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ''مرقاۃ المفاتیح'' میں فرماتے ہیں: اس حدیث کی ایک شرح تو یہ ہے کہ ایسا شخص بغیر کسی عذاب (قبر وحشر وغیرہ) کے جنت میں داخل ہو جائے گا اور دوسری شرح یہ ہے کہ یہ شخص اپنے گناہوں کا حساب وکتاب اور عذاب کے بعد جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ لیکن پہلی شرح زیادہ مناسب ہے تاکہ ایسا شخص جسے مرتے ہوئے کلمہ نصیب ہوا ہے، اور وہ جنھیں مرتے وقت خاص طور سے یہ جملہ کہنا نصیب نہیں ہوا، دونوں میں فرق ہونا چاہیے (کیونکہ ہر مومن نے بالآخر جنت میں تو جانا ہی ہے تو اگر اس آخری کلام لا الہ الا اللہ والے مومن کو بھی عذاب وتکالیف کا سامنا کرنا پڑے تو پھر وہ مومن جنھوں نے آخری وقت یہ کلمہ نہیں پڑھا، دونوں میں فرق کیا رہ گیا؟ یہ حضرت امام طیبی، شارح مشکوٰۃ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے۔①

---

① في رد المحتار: (قوله: و يلقن إلخ) لقوله عَلَيْهِ ٱلصَّلَاةُ وَٱلسَّلَامُ: "لقنوا موتاكم لا إله إلا الله، فإنه ليس مسلم يقولها عند الموت إلا أنجته من النار"، و لقوله عَلَيْهِ ٱلصَّلَاةُ وَٱلسَّلَامُ: "من كان آخر كلامه لا إله إلا الله دخل الجنة"، كذا في "البرهان"، أي: دخلها مع الفائزين، و إلا فكل مسلم و لو فاسقاً يدخلها و لو بعد طول عذاب، "إمداد".

(حاشية ابن عابدين، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مقولة: ٧٢١٤، تحت قوله: و يلقن إلخ، ج: ٥، ص:١٨٤).

و في مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: عن معاذ بن جبل، قال: قال رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "من كان آخر كلامه لا إله إلا الله، دخل الجنة" رواه أبو داود. قال الملا علي القاري شرحاً:

www.seerat.net

⑥ عالم نزع میں مرنے والے کے سامنے جب کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت پڑھا جائے گا تو اسے پورا پڑھنا چاہیے فقط ایک شہادت (أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ) کی تلقین نہیں کی جائے گی بلکہ دونوں شہادتوں کی تلقین کی جائے گی۔ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

درمختار میں ہے کہ:

مرنے والے کے سامنے دونوں شہادتوں کو پڑھا جائے کیونکہ پہلی شہادت (توحید) اس وقت تک فائدہ نہ دے گی جب تک کہ دوسری شہادت (رسالت) نہ ہو۔ حاشیہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ ہم نے جہاں پر صرف ایک شہادت (لا الہ الا اللہ) کا ذکر ہے (کہ یہ جملہ مرنے والے کے پاس پڑھا جائے) تو اس کی وجہ وہ صحیح حدیث ہے جس میں صرف اسی شہادت کا تذکرہ کیا گیا ہے، وگرنہ تو ''مستصفٰی'' وغیرہ دیگر کتب میں ہے کہ دونوں شہادتوں کا ذکر کرنا چاہیے۔

اور ''الدرر'' میں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے اگر کوئی شخص دوسری شہادت (رسالت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں مانتا تو پھر اس کی پہلی شہادت (اللہ تعالیٰ کی

(دخل الجنة) ما قبل العذاب دخولاً خاصاً أو بعد أن عذب بقدر ذنوبه، والأول الأظهر ليتميز به عن غيره من لمؤمنين الذين لم يكن آخر كلامهم، هذا الكلمة قال الطيبي.

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح لملا علي القاري رَحِمَهُ اللّٰهُ، كتاب الصلاة، باب ما يقال عند من حضره الموت، رقم الحديث: ١٦٢١، ص: ٧٨،٧٩).

www.seerat.net

وحدانیت کا اقرار) بھی قابل قبول نہیں، اس لیے کہ صرف توحید تو بعض کافروں کے مذہب میں بھی پائی جاتی ہے اسی لیے تو شوافع میں سے حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور ایک کثیر تعداد نے یہ فرمایا ہے کہ مرنے والے کے سامنے لا الہ الا اللہ کے ساتھ ساتھ محمد رسول اللہ بھی پڑھا جائے گا کیونکہ اس پڑھنے کا مقصد ہی یہی ہے کہ مرنے والے کی موت اسلام پر ہو اور کوئی بھی شخص ان دونوں شہادتوں کو مانے بغیر مسلمان ہو ہی نہیں سکتا اگر کوئی شخص یہ دونوں شہادتیں نہیں دے گا تو اسے مسلمان ماننے ہی سے انکار کر دیا جائے گا۔موت ایمان پر آنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو تا کہ اسے اس کلمہ طیبہ کا ثواب ملے۔اور اگر کافر پر عالم نزع ہو تو اس کی تلقین میں تو کلمہ شہادت (أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا رسول الله) پڑھانا ضروری ہے تا کہ وہ لفظ اشہد (میں گواہی دیتا ہوں) کے لفظ سے شہادت دے کیونکہ کوئی کافر اس وقت تک مومن شمار نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ یہ دونوں گواہیاں (شہادتیں) نہ دے۔

اور''النہر الفائق'' میں ہے کہ مرنے والے کو کلمہ شہادت کی تلقین کی جائے اور''التحفہ'' اور دیگر کتابوں میں عبارت یہ ہے کہ دونوں شہادتیں دینا ضروری ہیں اس لیے کہ پہلی شہادت (توحید) دوسری شہادت (رسالت) کے بغیر قابل قبول نہیں ہے۔ہاں اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے شہادت دی تو اس کی شہادت اس لیے قبول کر لی جائے گی کہ ہمارے دور میں شہادت سے مراد عام طور پر توحید باری تعالیٰ کا قائل ہونا ہے''درایہ'' میں یہ مسئلہ ایسے ہی تحریر کیا گیا ہے۔اور اگر کوئی یہ کہے''کلمہ شہادت'' تو پھر وہ اس بحث سے بے نیاز ہو جائے گا کیونکہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ اپنے قریب الموت مریضوں کو یہ تلقین کرو کہ وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دیا کریں (تو اس سے عرف عام

www.seerat.net

میں کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت ہی مراد ہوگا)۔①

⑦ عالم نزع کی یہ تلقین مستحب ہے۔ ''صاحب قنیہ'' اور ''مجمع الانہر'' وغیرہ میں بعض حنفی فقہاء رحمۃ اللہ علیہ نے عالم نزع کی اس تلقین کو واجب قرار دیا ہے تو علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس وجوب کی نفی کرکے، استحباب کی دلیل بھی دی ہے چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

فتاویٰ قنیہ میں ہے کہ:

---

① في الدر المختار: (بذكر الشهادتين) لأن الأُولى لا تقبل بدون الثانية. و في الحاشية: (قوله: بذكر الشهادتين) قال في "الإمداد": ((و إنما اقتصرت على ذكر الشهادة تبعاً للحديث الصحيح و إن قال في "المستصفى" وغيره: و لقن الشهادتين: لا إله إلا الله، محمد رسول الله، و تعليله في "الدرر" :بأن الأُولى لا تقبل بدون الثانية ليس على إطلاقه؛ لأن ذلك في غير المؤمن، و لهذا قال "ابن حجر" من الشافعية: و قول جمع: يلقن محمد رسول الله أيضاً؛ لأن القصد موته على الإسلام، و لا يسمى مسلما إلا بهما مردود بأنه مسلم، و إنما المراد ختم كلامه بلا إله إلا الله ليحصل له ذلك الثواب، أما الكافر فيلقنهما قطعا مع لفظ أشهد لوجوبه؛ إذ لا يصير مسلماً إلا بهما)) اهـ.

(حاشية ابن عابدين رَحِمَهُ ٱللَّهُ، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مقولة: ٧٢١٦، ج: ٥، ص: ١٨٥).

و في النهر الفائق: (ولقن) كلمة (الشهادة) عبارته في "التحفة" و غيرها الشهادتين و هو أصح لأن الأولى لا تقبل بدون الثانية إلا أن يقال: الشهادة المتعارفة ما يدل على التوحيد كذا في "الدراية"، و لو قدر مضافاً إلى كلمة الشهادة لاستغنى عن هذا لقوله عَلَيْهِ ٱلسَّلَامُ: "لقنوا موتاكم شهادة أن لا إله إلا الله".

(النهر الفائق: كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، تحت (قوله: ولقن الشهادة)، ج: ١، ص: ٣٨٠).

---

www.seerat.net

جب کوئی شخص عالم نزع میں چلا جائے تو اس کے بھائیوں اور دوستوں وغیرہ کے لیے یہ ضروری (واجب) ہے کہ وہ اسے کلمہ شہادت کی تلقین کریں لیکن جیسے کہ پہلے ہم (ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ) پہلے تحریر کر چکے ہیں کہ یہ تلقین ضروری (واجب) نہیں بلکہ مستحب قرار دینا ہی مناسب ہے۔اس لیے کہ جس حدیث میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تلقین کرو، وہاں یہ حکم (کرو) حقیقی طور پر نہیں بلکہ مجازی طور پر ہے (یعنی مناسب یہ ہے کہ تم تلقین کرو) تو جب حکم حقیقی نہیں تو یہ دلالت قطعی بھی نہیں اس لیے اس تلقین کا وجوب اس سے ثابت نہیں ہوتا۔''ردالمحتار'' میں ہے کہ تلقین واجب ہے جیسا کہ فتاویٰ قنیہ اور شرح الطحاوی کے حوالے سے ''النہایہ'' میں بھی آیا ہے کہ مرنے والے کے بھائی بندے —— جو بھی اس موقع پر موجود ہوں —— ان پر واجب ہے کہ تلقین شہادتین کریں۔لیکن ''النہر'' میں ہے کہ واجب نہیں بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ باجماع امت یہ مستحب ہے کہ مریض کو عالم نزع میں تلقین کرنی چاہیے۔''الدرایہ'' میں بھی یہ مسئلہ ایسے ہی ہے۔سو غور کر لینا چاہیے۔''طحطاوی علی الدر'' میں ہے کہ عالم نزع کی تلقین مستحب ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ واجب ہے کیونکہ شریعت میں چونکہ بطور حکم کے تلقین کے الفاظ آئے ہیں اس لیے یہ واجب ہوگا حالانکہ یہ مسئلہ ایسے نہیں ہے۔علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس تلقین کو باجماع اُمت مستحب کہا ہے اور ''الدرایہ'' میں بھی مسئلہ یہی ہے کہ یہ تلقین واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور فتاویٰ قنیہ میں جو ''وجوب'' کا فتاویٰ ہے تو یہ مسئلے کو حد سے بڑھانا ہے۔①

① قال في البحر: و في القنية: اشتد مرضه و دنا موته فالواجب على إخوانه و أصدقائه أن يلقنوه الشهادة اهـ. و ينبغي أن يكون مستحباً كما قدمناه؛ لأن الأمر في الحديث لم يكن على حقيقته، بل استعمل في مجازه، فلم يكن قطعي الدلالة، فلم يفد الوجوب.

⑧ مسلمان اہل علم کے درمیان یہ بات طے شدہ ہے کہ جن لوگوں سے قبر میں سوال وجواب اور عذاب نہیں ہوگا، مناسب یہ ہے کہ انھیں بوقت وفات تلقین نہ کی جائے۔اس قاعدے کے تحت مندرجہ ذیل افراد کو بوقت موت تلقین نہ کرنا مناسب ہے۔

① حضرات انبیاء علیہم السلام کو بوقت وفات تلقین کرنا مناسب نہیں کیونکہ وہ حضرات معصوم ہیں۔سوال وجواب اور قبر کی آزمائش سے وہ بالکل بری اور نجات یافتہ ہیں، اسی لیے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو بوقت وفات نہ تو تلقین کی گئی اور نہ ہی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بوقت وصال آپ نے آخری کلام یا آخری جملہ کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت پڑھا ہو۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی کسی نے تلقین

(البحر الرائق، كتاب الجنائز، تحت قوله: (و لقن الشهادة)، ج: ٢، ص: ٢٩٩).

في رد المحتار: (قوله: و قيل: وجوباً) في "القنية". كذا في "النهاية" عن "شرح الطحاوي": ((الواجب على إخوانه وأصدقائه أن يلقنوه)) اهـ. قال في "النهر": ((لكنه تجوز؛ لما في "الدراية": من أنه مستحب بالإجماع)) اهـ، فتنبه.

(حاشية ابن عابدين رحمه الله، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مقولة: ٧٢١٥، ج: ٥، ص: ١٨٥).

وفي حاشية الطحطاوي: (قوله: و يلقن ندباً و قيل: وجوباً) ظاهره أن الخلاف ثابت في المذهب، و ليس كذلك لما في البحر، و هذا التلقين مستحب بالإجماع كذا في الدراية، فما في القنية: الواجب على إخوانه و أصدقائه أن يلقنوه تجوز اهـ.

(حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، تحت قوله: و يلقن ندبا و قيل: وجوبا، ج: ١، ص: ٣٦٣).

www.seerat.net

نہیں کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ معصوم و مغفور اور شافع محشر ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ صلاۃً سرمداً أبداً.

اس مسئلے پر اس لیے بھی عمل نہیں ہوسکتا کہ عقیدۂ ختم نبوت ہر مسلمان کے عقیدے کا حصہ ہے۔ حضرت رسالت پناہ ﷺ آخری نبی اور رسول تھے۔ ان کے بعد نہ کوئی نبی آیا ہے اور نہ ہی آئے گا۔ سو اب حضرات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں یہ بحث ہی بے کار ہے۔ محض علم میں آنے اور فقہاء عظام رحمۃ اللہ علیہم کی پیروی میں یہ مسئلہ لکھ دیا ہے۔ اب اس مسئلے پر عمل کرنے کی صرف ایک ہی صورت باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے عقیدے میں یہ بات شامل ہے کہ قیامت سے پہلے سیدنا عیسیٰ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی دوبارہ تشریف آوری ہوگی۔ وہ اپنی اسی سابقہ نبوت کے ساتھ اس اُمت کے آخری دور میں مبعوث ہوں گے پھر جب ان کے انتقال کا وقت آئے گا تو جو خوش نصیب لوگ، ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس موقعے پر موجود ہوں گے، وہ اس مسئلے پر عمل کر پائیں گے کہ وہ انھیں تلقین نہ کریں کیونکہ وہ معصوم اور مغفور ہوں گے۔

مراقی الفلاح میں ہے:

> کہ جس شخص سے قبر میں سوال و جواب نہیں ہوں گے مناسب یہ ہے کہ انھیں تلقین بھی نہ کی جائے۔ صحیح ترین بات یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے ان کی قبروں میں سوالات نہیں ہوتے اور اہل ایمان کے بچے بھی قبروں میں اس آزمائش سے محفوظ رہتے ہیں۔

اور ''مسامرۃ'' میں ہے کہ صحیح ترین بات یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے ان کی قبروں میں سوالات نہیں ہوتے اور نہ مومن بچوں سے قبر میں سوال و جواب ہوتے ہیں۔ جہاں تک حضرات انبیاء علیہم السلام کا معاملہ ہے تو اصل بات یہ ہے کہ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ اس اُمت مسلمہ کے بعض افراد ایسے صالح اعمال کرتے ہیں کہ وہ ان کی وجہ سے قبر کے سوال و جواب سے محفوظ رہتے ہیں۔ جیسا کہ ''شہید'' ہے۔ سنن النسائی میں یہ روایت آئی ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال پوچھا کہ عام اہل ایمان کے برعکس شہید کا وہ کیا عمل ہے کہ وہ قبر کی جانچ سے مستثنیٰ ہے؟ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کے سر پر جو تلواریں پڑتی ہیں بس اس کی یہی آزمائش کافی ہے (یعنی وہ جوانمردی اور استقامت سے جو اللہ کے لیے سر کٹا دیتا ہے تو اس کے صحیح عقیدے کے لیے یہی گواہی کافی ہے۔) ایسے ہی کسی شخص نے ایک دن یا رات سرحد پر پہرہ دیا ہو، اس کے متعلق صحیح مسلم کی روایت میں آتا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سرحد پر ایک دن یا ایک رات پہرہ دینا ایک ماہ کے نفلی روزوں اور ایک ماہ کے قیام اللیل سے افضل ہے۔ اور جو شخص اس پہرے کے دوران انتقال کر گیا تو اسے ہمیشہ ہمیشہ اس عمل کا ثواب ملتا رہے گا، جو کہ وہ کر رہا تھا ایسے پہرہ دار کو موت کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق بھی دیا جائے گا اور وہ قبر کی آزمائش سے بھی محفوظ رہے گا۔

سو جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اُمت کے بعض افراد کو ان کے اعمال صالحہ کی وجہ سے قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھا جائے گا تو حضرات انبیاء علیہم السلام کے لیے تو بدرجہ اولیٰ یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے بلند تر مقام نبوت اور معصومیت اور جو سعادت کبریٰ انھیں حاصل ہوتی ہے، اس کی وجہ سے یقیناً یہ ان آزمائشوں سے محفوظ رہیں گے۔ پھر جہاں تک اہل ایمان کے

www.seerat.net

بچوں کی بات ہے تو وہ مومن ہوتے ہیں اور شریعت کے مکلّف بھی نہیں ہوتے، اس لیے بھی آزمائش قبر سے محفوظ رہتے ہیں۔

ایک مومن کا عقیدہ کیا ہونا چاہیے؟ علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ایک کتاب ''بحر الکلام'' لکھی ہے اور اس میں بحث: ۸ کا عنوان باندھا ہے: ''ان لوگوں کا تذکرہ جن سے قبر میں سوالات بھی نہیں ہوں گے اور وہ عذاب قبر سے محفوظ رہیں گے''۔ پھر اس عنوان کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں: یہ عقیدہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے نہ حساب لیا جائے گا اور نہ ہی انھیں عذاب دیا جائے گا اور نہ ہی ان کی قبور مبارکہ میں ان سے کوئی سوال وجواب ہے اور یہی حکم اہل ایمان کے بچوں کا بھی ہے کہ نہ تو ان سے حساب ہے اور نہ ان کے لیے کوئی عذاب اور نہ ہی قبر کے سوالات اور بالکل یہی کیفیت ان دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہے جنھیں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی تھی (عشرۂ مبشرہ رضی اللہ عنہم) ان حضرات سے بھی کوئی حساب ومناقشہ نہیں ہوگا۔ مناقشہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قبر وحشر میں کہیں بھی یہ نہیں پوچھے گا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ (اور پھر یہ حضرات جواب نہ دے پائیں اور اللہ تعالیٰ انھیں سزا دے) بلکہ ''حساب عرض'' ہوگا کہ اللہ تعالیٰ جتلائے گا کہ دیکھیے آپ سے یہ لغزش ہوئی تھی اور میں نے درگذر کر دیا تھا۔ اس عبارت سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے اور اس بحث کو جب آپ مکمل طور پر پڑھ لیں گے تو ان شاء اللہ یہ بات سمجھ میں آجائے گی جو راقم السطور عرض کرتا ہے کہ عقیدہ یہ ہے کہ تمام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قبر وحشر کے سوال وجواب اور عذاب وگرفت سے محفوظ ہیں۔ وہ تمام حضرات کسی نہ کسی اس صنف میں بھی آتے ہیں، جن اصناف کے متعلق کتاب وسنت کی

www.seerat.net

تصریحات وضاحت کرتی ہیں کہ ان سے قبر میں سوال و جواب اور حشر میں بھی گرفت نہیں ہوگی اور خود صحابیت ہی اتنا جلیل القدر شرف ہے کہ کسی شخص کا محض صحابی ہونا ہی قبر و حشر کی ہر سختی سے محفوظ ہونے کی ضمانت ہے۔

''نشر اللآ لی'' میں ہے کہ جہاں تک قبر حضرات انبیاء علیہم السلام سے سوال و جواب کا مسئلہ ہے تو مولیٰ سعد الدین وغیرہ نے دیگر اہل علم سے یہ حکایت کیا ہے کہ صحیح ترین عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے کوئی سوال و جواب مطلقاً نہیں ہے۔ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''بحر الکلام'' میں حتمی اور یقینی عقیدہ یہی تحریر فرمایا ہے (اس حوالہ سے قبل انہی امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بحر الکلام ہی کا حوالہ گذرا ہے) اور یہ جو صحیحین کی احادیث میں آیا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم عذاب قبر اور سوال و جواب کی آزمائش سے پناہ مانگا کرتے تھے تو اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ محفوظ تھے تو پناہ کیوں مانگتے تھے؟ تو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم کی شرح میں اس سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پناہ مانگنا اس وجہ سے تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے نہایت ڈرنے والے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اس کی عظمت کا ہمیشہ استحضار رہتا تھا اور ہمہ وقت اس کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار فرماتے تھے اور ایک حکمت یہ بھی تھی کہ اُمت کو تعلیم دینا مقصود تھا کہ ان کی اُمت ان کی پیروی میں قبر کی آزمائش اور عذاب سے پناہ مانگے اور یہ دعا کرتی رہے۔

جنات بھی قبر کی آزمائش سے گذریں گے؟ تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ بعض علماء متاخرین اس عقیدے کے قائل ہیں کہ جنات بھی قبر کی آزمائش میں مبتلا ہوں گے کیونکہ (کہیں بھی ان کا استثناء نہیں ہے) اور دلائل کی عمومیت اسی عقیدے کی مقتضی ہے۔ فرشتوں کا کیا ہوگا؟ تو، فاکھانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عقیدہ تحریر فرمایا ہے کہ ان سے کوئی سوال

وجواب نہیں ہوگا یہ کیوں نہیں ہوگا؟ اس کی وجہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ سوال وجواب تو ان کے لیے جو قبروں میں دفن ہوں گے تو فرشتوں کی تو قبریں ہی نہیں ہوں گی۔ لیکن امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان اس کے برعکس ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ''اکمال المعلم'' اپنی شرح صحیح مسلم میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض دعائیں، اور خاص طور سے ان اُمور میں جن کے متعلق آپ کو معلوم تھا کہ آپ کے ساتھ پیش نہیں آئیں گے جیسے کہ قبر کی آزمائش وغیرہ، اس لیے آپ سے منقول ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا جلال اور اس کی ہیبت آپ پر طاری رہتی تھی اور آپ ہمیشہ اپنی نیازمندی کا اظہار فرماتے رہتے تھے۔ اور آپ اس عاجزی اور زاری سے دعا اس لیے بھی مانگتے تھے کہ آپ کی اُمت بھی آپ کی پیروی میں اس طریقے کو اپنائے اور دعا مانگتے ہوئے ہمیشہ اپنی عاجزی کو مدنظر رکھنا اور تضرع وزاری کی کیفیت ہی عبدیت کی حقیقت ہے۔①

---

① في مراقي الفلاح: ومن لا يسئل ينبغي أن لا يلقن والأصح أن الأنبياء عَلَيۡهِمُ ٱلسَّلَامُ لا يسئلون و كذا أطفال المؤمنين.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، ص: ٣٠٧).

وفي المسامرة: (والأصح أن الأنبياء) عَلَيۡهِمُ ٱلسَّلَامُ (لا يسألون) في قبورهم (ولا أطفال المؤمنين)، أما الأنبياء... فلأنه قد ورد أن بعض صالحي الأمة يأمن فتنة القبر بسبب عمل صالح كالشهيد، ففي "سنن النسائي": "أن رجلا قال: يا رسول الله! ما بال المؤمنين يفتنون في قبورهم إلا الشهيد، قال: كفى ببارقة السيوف على رأسه فتنه". وكمن رابط يوما و ليلة في سبيل الله، ففي "صحيح مسلم": "رباط يوم و ليلة خير من صيام شهر و قيامه، و إن مات... جرى عليه عمله الذي كان يعمله، وأجري عليه رزقه، وأمن من الفتان". وإذا ثبت ذلكلبعض

www.seerat.net

②: وہ شخص جس کی نیکیاں اور صدقات جاریہ اس حد تک پہنچ جائیں کہ آثار و قرائن سے یہ واضح ہو جائے کہ یہ شخص ''صدیقیت'' کے رتبے تک پہنچ چکا ہے تو ایسے

الأمة.. فالأنبياء عَلَيۡهِمُ ٱلسَّلَامُ مع علو مقامهم المقطوع لهم بسببه بالسعادة العظمى و مع عصمتهم... أولى بذلك. و أما أطفال المؤمنين... فلأنهم مؤمنون غير مكلفين.

(المسامرة شرح المسايرة، الأصل التاسع، الركن الرابع، الأصل الثاني، ص: ٢٤٣)

وفي بحر الكلام: ثم اعلم أن الأنبياء ليس عليهم حساب، ولا عذاب، ولا سؤال القبر. و كذلك أطفا المؤمنين ليس لهم حساب، ولا عذاب، ولا سؤال القبر. وكذلك العشرة الذين بشرهم االرسول عَلَيۡهِ ٱلصَّلَاةُ وَٱلسَّلَامُ بالجنة ليس عليهم حساب، هذا كله حساب المناقشة. وأما حساب العرض فللأنبياء عَلَيۡهِمُ ٱلسَّلَامُ والصحابة جيمعاً، وهو أن يقال: فعلت كذا و عفوت عنك. وحساب المناقشة أن يقال: لم فعلت كذا؟

(بحر الكلام للشيخ الإمام ميمون بن محمد النسفي رَحِمَهُ ٱللَّهُ، القسم الأول: الدراسة، الفصل الثاني، المبحث الثالث: من لا يسأل في القبر ولا يعذب، ص: ١٩٣،١٩٤).

و في نشر اللآلي: وأما سؤال الأنبياء عَلَيۡهِمُ ٱلسَّلَامُ... فقد حكاه المولى سعد الدين وغيره عن بعض، والأصح أن الأنبياء لا يسألون، وبه جزم السنفي في "بحره". وما ورد في "الصحيحين" من استعاذة النبي صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ من فتنة القبروعذابه.. فقد أجاب عنه القاضي عياض في شرح "مسلم" بأن ذلك اقتران لخوف الله تعالىٰ وإعظامه والافتقار إليه، ولتقتدي به أمته، وليبين لهم صفة الدعاء. وأما الجن... فذهب بعض المتأخرين إلى أنهم يسألون لعموم الأدلة لهم. وأما الملائكة ... فقد قال الفاكهاني: إنهم لا يسألون. وعلّله ابن حجر: بأن السؤال لمن شأنه أن يقبر، وميل القرطبي إلى خلافه.

(نشر اللآلي بشرح بدء الأمالي للعلامة شهاب الدين أحمد بن إبراهيم رَحِمَهُ ٱللَّهُ، ص: ١٩٢، ١٩٣).

---

www.seerat.net

''صدیق'' کو بھی تلقین نہیں کی جائے گی کیونکہ وہ قبر کے سوال و جواب اور عذاب سے مامون ومحفوظ رہے گا۔ مثلاً حضرات ائمہ اربعہ، اکابر مفسرین، محدثین، فقہاء کرام اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں حُسنِ ظن یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں سوالات وجوابات قبر اور عذاب سے محفوظ فرمایا ہوگا اور روز محشر بھی انھیں ہر طرح کے خوف سے امن دیا جائے گا کیونکہ ان سے جو نیک کاموں کے چشمے پھوٹے تھے اب وہ سمندروں کی حد تک پہنچ گئے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال صالحہ کو قبول فرمالیا اور وہ ہر طرح کی مشکل سے نجات پا بھی گئے اور آئندہ بھی پائیں گے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ جو چاہے سو کرے، اس پر کوئی پابندی لانے والا، کوئی اس کے کاموں میں مداخلت کرنے والا قطعاً نہیں ہے لیکن آثار وقرائن سے واضح ہوتا ہے کہ یہ حضرات مرتبہ صدیقیت پر فائز تھے، اس لیے انھیں تلقین کرنا بھی مناسب نہیں تھی اور اب بھی کوئی شخص اس درجے کا ہو تو اسے بھی تلقین کرنا مناسب نہیں ہوگی کیونکہ وہ قبر کی

وفي شرح مسلم: ودعاء النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ واستاذته من بعض هذه الأمور التي (كالسوال في القبر) قد علم أنه عوفى منها وعصم ليلزم نفسه خوف الله وإعظامه، والافتقار إليه، ولتقتدى به أمته، وليسن لهم سنته في الدعاء الضراعة، وهي حقية العبودية.

(إكمال المعلم بفوائد مسلم للإمام الحافظ أبي الفضل عياض بن موسى بن عياض رَحِمَهُ اللهُ، كتاب المساجد، باب: استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، ج: ٢، ص: ٥٤٣).

آزمائش سے محفوظ ہوگا۔ اللّٰهم اجعلني منهم، وأعوذبك من فتنة المحيا والممات وفتنة القبر، واجعل فرطي سيدنا محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

چنانچہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ:

جب شہید کو قبر کی آزمائش سے نہیں گذارا جائے گا تو صدیق کا مقام تو اس سے کہیں زیادہ بلند اور صدیق کے اعمال صالحہ کا اجر تو کہیں زیادہ ہے اس لیے وہ تو بدرجہ اولیٰ اس لائق ہے کہ اسے قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھا جائے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے شہید سے بھی پہلے صدیق کا ذکر کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (جو لوگ اللہ تعالیٰ اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانتے ہیں) سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں۔ اور ایسے ہی وہ لوگ جو سرحدوں پر پہرہ دیتے ہیں وہ تو شہداء سے بھی کم درجے کے لوگ ہیں تو جب وہ بھی قبر کی جانچ اور آزمائش سے محفوظ رکھے جائیں گے تو پھر وہ حضرات جو ان سے تو کیا، شہداء تک سے اعلیٰ درجے کے لوگ ہیں وہ کیوں نہیں ان مراحل سے محفوظ ہوں؟ غور کرنے کی بات ہے۔①

---

① قلت: وإذا كان الشهيد لايفتن، فالصديق أجل خطراً، وأعظم أجراً، فهو أحرى أن لايفتن؛ لأنه المقدم ذكره في التنزيل على الشهداء قوله: ﴿فَاُوْلٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ﴾ [النساء: ٦٩]. وقد جاء في المرابط الذي هو أقل مرتبة من الشهداء لايفتن، فكيف بمن هو أعلى منه ومن الشهيد، فتأمله.

(كتاب التذكرة بأحوال الموتى وأمور الآخرة، باب: ما ينجي من أهوال القبر و فتنته و عذابه، فصل، ج: ١، ص: ٤٢٤)

اگرچہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت پر حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں اعتراض کیا ہے کہ:

اور صحیح احادیث سے امام قرطبی کے مسلک کی تردید ہوتی ہے اور یہ بات واضح طور پر ملتی ہے کہ قبر میں صدیق سے بھی ایسے ہی سوال و جواب ہوں گے جیسے کہ عام مسلمانوں سے ہوں گے۔①

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس دعوے اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کے بعد اگر چند ایک صحیح احادیث بھی ذکر کر دیتے کہ صدیقین سے بھی قبر میں سوال و جواب ہوتا ہے تو شاید اپنے اس دعوے میں کامیاب رہتے لیکن انہوں نے یہاں محض دعویٰ ہی کیا ہے اور کوئی ایک دلیل بھی نہیں لائے بس امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ایک ادھوری سی روایت نقل کر دی ہے اور سلسلہ تحریر کسی اور طرف کو مڑ گیا ہے۔ رحمتِ باری تعالیٰ سے کیا بعید ہے کہ معاملہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی تحریر کے مطابق ہو۔

③: شہداء، انھیں بھی سوالات اور عذاب قبر سے محفوظ رکھا جائے گا۔

سنن النسائی میں ہے کہ:

ایک شخص نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کیا کہ اللہ کے رسول یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ قبر میں ہر مومن سے سوال و جواب ہوگا لیکن شہید اس آزمائش سے محفوظ رہے گا، تو شہید کے محفوظ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، شہید جو اپنے سر

① والأحاديث الصحيحة ترد هذا القول وتبين أن الصديق يسأل في قبره كما يسأل غيره.

(كتاب الروح، المسألة العاشرة: الأسباب المنجية من عذاب القبر، ص: ١١٣).

www.seerat.net

تلواروں کے سامنے کٹنے کو پیش کرتے ہیں، بس ان کا یہ امتحان ہی کافی ہے۔اور سنن الترمذی میں ہے کہ حضرت مقدام بن معدیکرب کی روایت ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کے لیے چھ انعامات ہیں۔ ① شہادت کے فوراً بعد ہی اسے بخش دیا جاتا ہے اور جنت میں اس کا گھر بھی اسے دکھا دیا جاتا ہے۔ ② وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ ③ قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔ ④ عزت کا تاج اس کے سر پر رکھا جاتا ہے جس میں ایسے یاقوت جڑے ہوتے ہیں کہ ایک ایک یاقوت اس پوری کائنات سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ ⑤ جنت کی بہتّر حوریں اس کی خدمت میں پیش کر دی جاتی ہیں۔ ⑥ اسے یہ اختیار بھی دے دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے اعزاء واقارب میں سے ستر جہنم کے مستحق افراد کی شفاعت کر سکتا ہے۔

اس لیے شہید کو بھی تلقین نہیں کی جائے گی۔①

④: جس شخص نے اپنے وطن کی سرحد پر پہرہ دیا ہو، اس مقصد کے لیے خواہ وہ

---

① روى النسائي عن راشد بن سعد، عن رجل من أصحاب النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أن رجلا قال: يا رسول الله! ما بال المومنين يفتنون في قبورهم إلا الشهيد؟ قال: كفى ببارقة السيوف على رأسه فتنة.

(سنن النسائي، كتاب الجنائز، باب الشهيد، رقم الحديث: ٢٠٥٥، ص: ٢٢٢٢).

وفي جامع الترمذي: عن المقدام بن معديكرب قال: قال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”للشهيد عند الله ست خصال: يغفر له في أول دُفعة، ويرى مقده من الجنة، ويجار من عذاب القبر، ويأمن من الفزع الأكبر، ويوضع على رأسه تاج الوقار، الياقوتة منها خير من الدنيا وما فيها، ويزوج اثنتين وسبعين زوجة من الحور العين، ويشفع في سبعين من أقاربه“.

(جامع الترمذي، أبواب فضائل الجهاد، باب: في ثواب الشهيد، رقم الحديث: ١٦٦٣، ص: ١٨٢٢).

www.seerat.net

ایک دن یا ایک رات ہی کیوں نہ رکا ہو اس سے بھی قبر میں سوالات اور عذاب نہیں ہوگا۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ:

حضرت رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا، لوگو! ایک مہینہ نفلی روزے رکھنا اور اس کے ساتھ ساتھ ایک مہینہ راتوں کو کھڑے ہوکر عبادت کرنے سے زیادہ ثواب اس شخص کا ہے جو سرحد پر ایک دن یا پھر ایک رات کے لیے پہرہ دے، اور اگر پہرہ دینے والا انتقال کرجائے تو پھر اسے موت کے بعد بھی ہمیشہ یہ ثواب ملتا رہے گا۔ مرنے کے بعد اس پہرے دار کو اس کا رزق بھی دیا جائے گا اور قبر وحشر کے عذاب اور امتحانات سے اسے محفوظ رکھا جائے گا۔ اس لیے پہرہ دار کو بھی تلقین کرنا مناسب نہیں ہے۔①

لیکن اہل علم کو اس حدیث پر غور کرنا چاہیے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے جس عمل پر قبر میں سوالات سے نجات اور عذاب قبر اور قیامت کی سختیوں سے حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، وہ عمل ''رباط'' ہے۔ اب ''رباط'' کیا ہے؟ تو عربی میں رَبطٌ کے معنی ہیں باندھنا یا سخت ہونا۔ رابط الجاش ''مضبوط دل کا آدمی'' اس لیے کہ ایسے آدمی کا دل بندھا ہوا ہوتا ہے۔ مَربَطُ وہ مقام جہاں پر گھوڑے باندھے جائیں۔ رَبِیط وہ شخص جس نے

---

① روى مسلم في صحيحه: عن سلمان قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: "رباط يوم وليلة خير من صيام شهر وقيامه، وإن مات، جرىٰ عليه عمله الذي كان يعمله، وأجري عليه رزقه، وأمن الفتان".

(صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب: فضل الرباط في سبيل الله عَزَّوَجَلَّ، رقم الحديث: ٤٩٣٨، ص: ١٠٢٠).

اپنے آپ کو نفسانی خواہشات پورا کرنے سے باندھ دیا ہو۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے اس ''رباط'' کی اسی لیے تعریف کی اور ثواب بیان کیا کہ ایسا شخص مورچے میں جم کر سرحد کی حفاظت کرتا ہے لیکن حضرت رسالت مآب ﷺ کے دور میں سرحدوں پر رباط یعنی وطن کی حفاظت اور مورچہ بند فوج تھی ہی کہاں؟ یہ تو اب ہمارے دور میں افواج سرحدوں کی حفاظت کرتی ہیں وگرنہ تو باقاعدہ افواج یا سرحدیں کہاں تھیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران کی آخری آیت میں جو ''رباط'' کا حکم دیا ہے وہاں پر کئی ایک مفسرین نے اس حقیقت کی تصریح کی ہے کہ یہ مروجہ ''رباط'' (فوج کا سرحد کی حفاظت کرنا) نہیں تھا بلکہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے تو صراحت فرمائی تھی کہ ''رباط'' سے مراد تین اعمال ہیں ① نامساعد حالات (گرمی ہو یا سردی) میں بھی وضو کو پورا کرنا ② کثرت سے مسجد جانا ③ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار اور پھر بار بار یہ فرمایا کہ لوگو یہ ''رباط'' ہے یعنی یہ وہ اعمال ہیں جن کی سختی سے حفاظت ہونی چاہیے۔ سو اگر ''رباط'' سے مراد ''پہرہ داری'' کے علاوہ یہ اعمال بھی ہوں تو پھر تو یہ بہت بڑی بشارت ان لوگوں کے حق میں بھی پوری ہوتی ہے جو ① سردی ہو یا گرمی، دل چاہے یا نہ چاہے ہمیشہ نماز کے لیے وضو کرتے ہیں ② باجماعت نماز کے لیے پانچ وقت مسجد میں حاضری دیتے ہیں کہ یہی مسجد کی طرف کثرت سے چلنا ہے ③ ہر فرض نماز کے بعد دوسری فرض نماز میں دل اٹکا رہتا ہے یا

پھر ہر چار تراویح کے بعد اگلی چار رکعتوں کے لیے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں یا پھر وہ لوگ جو نماز جمعہ کا انتظار کرتے رہتے ہیں یعنی ان لوگوں کو بھی قبر کے سوال و جواب اور حشر کی سختیوں سے محفوظ رہنا چاہیے۔ امام علاؤالدین علی بن محمد بغدادی الشہیر بالخازن رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ''تفسیر الخازن'' میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت سلمان الخیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

انہوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی کہ ایک دن اور رات کو پہرہ دینا ایک مہینے کے نفلی روزوں اور نفل نماز سے افضل ہے اور اگر اس پہرہ داری میں اس کا انتقال ہو جائے تو یہ عمل اس کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ موت کے بعد اسے رزق دیا جائے گا اور وہ (قبر کی) آزمائش سے محفوظ رہے گا۔ اس حدیث کی شرح میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہرہ داری (مرابطہ) سے مراد ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں چوکنا رہنا ہے۔ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مختلف ممالک کی سرحدیں تقسیم شدہ حالت میں نہیں ہوا کرتی تھیں۔ اس لیے اس حدیث مرابطہ سے مراد ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار ہی ہے۔ یہ جو تاویل ہے اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ لوگو میں تمھیں وہ عمل بتاؤں جو یقیناً تمھارے گناہوں کو مٹانے والا اور تمھارے جنت کے درجات کو بلند کرنے والا ہے؟ عرض کیا گیا کیوں نہیں ضرور ارشاد فرمائیں تو آپ نے فرمایا طبیعت کو خواہ کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گذرے ہر موسم میں وضو کرنا اور ایک نماز پڑھ لینے کے بعد پھر دوسری نماز کے لیے اپنے

آپ کو تیار رکھنا۔ دیکھو یہی پہرہ داری (رباط) ہے سنو یہی پہرہ داری (رباط) ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔①

مندرجہ بالا تحریر میں جس مؤقف کی طرف اہل علم کی توجہ مبذول کرائی گئی ہے اس نکتے پر امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "کتاب التذکرة بأحوال الموتیٰ وأمور الآخرة" میں تحریر فرمایا ہے:

رباط (پہرہ داری) انسان کے ان افضل ترین اعمال میں سے ہے، جن کا ثواب اس کی موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ بھی اس کے ساتھ ہی منقطع ہوجاتا ہے لیکن تین کام ایسے ہیں جن کا ثواب اس کی موت کے بعد بھی اس کو پہنچتا ہے۔ ① جو بھی صدقہ جاریہ وہ چھوڑ کر چلا گیا۔ ② وہ علم چھوڑ کر گیا جس سے لوگ نفع اُٹھاتے ہیں ③ اس کی نیک اولاد جو اس کے

---

① عن سلمان الخير قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "رباط يوم وليلة خير من صيام شهر وقيامه، وإن مات فيه جرى عليه عمله الذي كان بعمله، وأجري عليه رزقه وأمن الفتان". وقيل المراد بالمرابطة انتظار الصلاة بعدالصلاة قال أبو سلمة بن عبدالرحمن: لم يكن في زمن النبي صلى الله عليه وسلم عزو يرابط فيه ولكنه انتظار الصلاة خلف الصلاة ويدل على صحة هذا التأويل ما روي عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ألا أدلكم على ما يمحو الله به الخطايا و يرفع به الدرجات قالوا بلى يا رسول الله قال إسباغ الوضوء على المكاره و كثرة الخطا إلى المساجد وانتظار الصلاة بعد الصلاة فذلكم الرباط فذلكم الرباط"، أخرجه مسلم.

(تفسير الخازن، سورة آل عمران، الآية: ١٩٩، ٢٠٠، ج: ١، ص: ٦٠٦).

www.seerat.net

لیے دعا مانگتی ہے۔ ابن ماجہ میں بھی ایسی ہی روایت ہے اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسے ہی ذکر کیا ہے کہ میت کو اس کی موت کے بعد ان نیک اعمال کا اجر ملتا ہے، جو اعمال صالحہ جاری رہیں۔ جب وہ اعمال کا منبع ختم ہو جائے تو ثواب بھی ختم ہو جاتا ہے جیسے کہ صدقہ کیا گیا لیکن جب وہ صدقہ ختم ہو گیا یا علم تھا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ وہ علم ختم ہو گیا یا نیک اولاد جب دنیا سے اُٹھ گئی یا کھجور کا درخت جب کاٹ دیا گیا اور وہ تمام نیکی کے اعمال جن کی اصل ختم ہو جائے تو ثواب بھی رُک جاتا ہے لیکن پہرہ داری (رباط) ایسا عمل ہے کہ انسان کا اجر ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہتا ہے اس لیے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ مرابط (پہرے دار) کا اجر ہمیشہ جاری رہے گا۔①

⑤: جو شخص پیٹ کی بیماری سے مر رہا ہو، وہ بھی شہید ہے اس لیے اسے بھی تلقین نہ کرنا مناسب ہے۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا انتقال پیٹ کی بیماری میں ہو گیا تو دو صحابہ حضرت سلیمان بن صرد اور حضرت خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہما نے اس حسرت کا

---

① فالرباط من أفضل الأعمال التي يبقى ثوابها بعد الموت كما في حديث العلاء بن عبدالرحمن عن أبيه عن أبي هريرة رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: ”إذا مات الإنسان انقطع عمله إلا من ثلاثة......“. وكذلك ما خرجه ابن ماجه وأبو نعيم: من أنه يلحق الميت بعد موته فإن ذلك مما ينقطع بنفاده وذهابه كالصدقة بنفادها، والعلم بذهابه، والولد الصالح بموته، والنخل بقطعه، إلى غير ذلك مما ذكر.

(كتاب التذكرة بأحوال الموتى وأمور الآخرة، باب ما ينجي من أهوال القبر وفتنته وعذابه، ج: ١، ص: ٤١٥).

www.seerat.net

اظہار کیا کہ کاش اس صحابی رضی اللہ عنہ کے جنازے میں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تشریف آوری ہوتی، پھر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے دوسرے سے کہا تمھیں یاد ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کی وجہ موت اس کے پیٹ کی بیماری بن جائے تو اسے عذاب قبر نہیں ہوگا (اور ہمارے اس دوست کا انتقال بھی تو پیٹ کی بیماری ہی سے ہوا ہے) تو دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں یہ شہید ہے۔①

⑥: جو شخص طاعون کی بیماری سے انتقال کر جائے وہ بھی عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ اس لیے اسے بھی تلقین نہ کرنا مناسب ہے۔ صحیح بخاری میں آیا ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت نقل کرتے ہیں کہ:

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے۔②

لیکن اس حدیث سے اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر عذاب قبر وسوالات وغیرہ سے نجات بر بنائے شہادت ہے تو پھر تو دیگر شہداء کو بھی اس فتنے اور عذاب قبر سے محفوظ ہونا چاہیے۔ ویسے بھی شہداء کا عذاب قبر سے محفوظ رہنا تو نمبر ③ پر گذر چکا ہے۔ اس

---

① روى النسائي من حديث عبدالله بن يسار قال كنت جالس و سليمان بن صُرَدٍ و خالد بن عُرُفُطَةَ فذكروا أن رجلا توفي، مات ببطنه فإذا هما يشتهان أن يكونا شهدا جنازته، فقال أحدهما للآخر: ألم يقل رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "من يقتله بطنه فلم يعذب في قبره؟" فقال الآخر: بلىٰ.

(سنن نسائي، ص: ۲۲۲۲، رقم الحديث: ۲۰۵۴، كتاب الجنائز، باب من قتله بطنه).

② عن أنس ابن مالك رضي الله عنه عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: "الطاعون شهادة لكل مسلم".

(صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب الشهادة سبع سوى القتل، رقم الحديث: ۲۸۳۰، ص: ۲۲۸)

www.seerat.net

لیے اگر طاعون (چونکہ شہادت ہے) اور شہداء، قبر کے سوالات و عذاب سے مامون رہیں گے تو پھر حضرت رسالت پناہ ﷺ کی دیگر صحیح احادیث، جو کئی ایک کتابوں میں آئی ہیں ان میں دیگر افراد کو بھی شہید قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

میدان جنگ میں شہید ہونے لوگوں کے علاوہ شہداء سات قسم کے ہیں: ① جو طاعون میں مرجائے وہ بھی شہید ہے۔ ② جو پیٹ کی بیماری سے مرجائے وہ بھی شہید ہے۔ ③ جو پانی میں ڈوب کر مرجائے وہ بھی شہید ہے۔ ④ جو کسی بوجھ سے دب کر مرجائے وہ بھی شہید ہے۔ ⑤ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مرنے والا بھی شہید ہے۔ ⑥ جو جل کر مرجائے وہ بھی شہید ہے۔ ⑦ عورت، جو بچے کی ولادت سے مرجائے یا اس کا بچہ ابھی پیٹ ہی میں ہو اور اس تکلیف سے وہ مرجائے یا دوران نفاس مرجائے یا وہ جو کنواری مرجائے یا وہ بچی جو سمجھ دار تو ہو چکی ہو مگر اس کے ایام ابھی شروع نہ ہوئے ہوں یہ تمام عورتیں بھی شہید ہیں۔

اس آخری عورت کی تشریح میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ عورت ہے ① جس کے پیٹ میں بچہ اپنی تخلیق کے مراحل مکمل کر چکا ہو اور یہ اس کی پیدائش سے انتقال کر جائے ② حمل ساقط ہو گیا اور یہ اس تکلیف میں انتقال کر جائے ③ نفاس کے دوران انتقال کر جائے خواہ وہ نفاس اس وجہ سے ہو کہ اس کا بچہ پیٹ ہی میں انتقال کر گیا ہو ④ کنواری لڑکی جس کی شادی نہ ہوئی ہو ⑤ وہ بچی جو سمجھ دار ہو لیکن ایام آنے سے پہلے ہی انتقال کر جائے۔①

---

① النسائي عن جابر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قال: قال رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”الشهداء سبعة سوى القتل في سبيل اللّٰه، المطعون، والمبطون، والغرق، والحرق، وصاحب ذات الجنب، والذي يموت تحت الهدم، والمرأة تموت بجمع“.

اب اصولاً تو ان سات قسم کے تمام شہداء کو ہی سوالات و عذاب قبر سے محفوظ رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکمال کرم سے یہ کردے تو اس کی رحمت کاملہ وسابغہ سے کیا بعید ہے اور اگر اس حکم میں حکمی شہداء بھی شامل کر لیے جائیں (جن کی تعداد پینتالیس سے بھی زیادہ ہے) تو پھر تو یہ تعداد بہت بڑھ جاتی ہے۔ مزید تفصیلات کے لیے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی شرح صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب بیان الشہداء کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

⑦: طاعون کی وباء کے دور میں جب کہ موت عام تھی تو وہ لوگ جو بغیر طاعون کے کسی اور بیماری میں انتقال کر گئے اور انھوں نے اپنے مرض پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار رہے، ان سے بھی قبر میں سوالات نہیں ہوں گے اس لیے ان کو بھی تلقین کرنا مناسب نہیں۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

قيل: هي التي تموت من الولادة وولدها في بطنها قد تم خلقه، وقيل: إذا ماتت من النفاس فهي شهيدة سواء ألقت ولدها وماتت أو ماتت وهو في بطنها، وقيل: التي تموت بكراً لم يمسها الرجال، وقيل: التي تموت قبل أن تحيض وتطمث فهذه قولان، لكل قول وجهان. و في جمع لغتان: ضم الجيم وكسرها.

(كتاب التذكرة بأحوال الموتى وأمور الآخرة، باب كم الشهداء؟ ولم سمي شهيدا؟ ومعنى الشهادة؟، ج: ١، ص: ٤٣٩).

www.seerat.net

روز محشر طاعون سے شہید ہونے والے شہداء اور وہ لوگ جو اپنے گھروں میں بستر پر مر گئے تھے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوں گے اور ان لوگوں کے بارے میں بحث کریں گے جو زمانۂ وباء میں بغیر طاعون میں گرفتار ہوئے اپنے گھروں میں مر گئے تھے۔ شہداء کہیں گے کہ اے رب ان بستروں پر وفات پانے والوں کو ہمارے ساتھ جنت میں بھیج دے کیونکہ انھیں اگرچہ طاعون نہیں ہوا لیکن یہ تھے تو زمانہ طاعون ہی میں اور جنہوں نے اپنے گھروں میں وفات پائی ہے وہ کہیں گے کہ اے رب یہ بھی ہماری طرح بستروں پر مرے ہیں لہٰذا انھیں درجۂ شہادت نہ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ اچھا دیکھو ان لوگوں کے زخم کیا شہیدوں سے ملتے جلتے ہیں؟ جب دیکھا جائے گا تو ان کے زخم شہداء کے مماثل ہوں گے اگرچہ ان کی وفات اپنے بستروں ہی پر ہوئی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ حکم دیں گے اور انھیں شہداء طاعون ہی کے زمرے میں شامل مان لیا جائے گا۔①

⑧: کیا ہر مسلمان شخص جو اپنی موت سے پہلے مریض رہا ہو، وہ شہید ہے اور وہ قبر کی آزمائش سے محفوظ بھی رہے گا اور اسے اس کا رزق بھی قبر میں ملتا رہے گا اور وہ

---

① في النسائي عن العرباض بن سارية، أن رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: "يختصم الشهداء والمتوفون على فرشهم إلى ربنا في الذين يتوفون من الطاعون فيقول الشهداء: إخواننا قتلوا كما قتلنا، ويقول المتوفون على فرشهم: إخواننا ماتوا على فرشهم كما متنا، فيقول ربنا: انظروا إلى جراحهم فإن أشبه جراحهم جراح المقتولين، فإنهم منهم، ومعهم، فإذا جراحهم قد أشبهت جراحهم".

(سنن النسائي، كتاب الجهاد، باب تمني القب في سبيل الله، مسألة الشهادة، رقم الحديث: ٣١٦٦، ص: ٢٢٩٢).

www.seerat.net

جنت کے موسم سے بھی لطف اندوز ہوتا رہے گا؟

سنن ابن ماجہ میں ایک روایت آئی ہے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مرض میں مبتلا ہو کر مرے گا، وہ شہید ہے اور اسے قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھا جائے گا اور اسے اس کا رزق بھی دیا جائے گا اور اسے جنت کی ہوا سے رزق ملے گا۔ اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے تو پھر تو عام طور پر مسلمان جو کسی نہ کسی مرض میں مبتلا ہو کر ہی انتقال کر جاتے ہیں، تمام کے تمام قبر کے سوالات، عذاب اور آزمائش سے محفوظ رہنے چاہئیں اور پھر ان سب کو تلقین کرنا بھی مناسب نہیں ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ آج تک امت میں کسی صاحب علم نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا۔ اس لیے یہ حدیث درایت کے معیار پر پوری نہیں اترتی اور امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث پر جرح کی ہے کہ یہ روایت ابن ماجہ کے تفردات اور مناکیر میں سے ہے اور حضرت رسالت مآب ﷺ سے اس روایت کو منسوب کرنے سے توقف کیا جائے اور اگر بالفرض اس حدیث کو مان بھی لیا جائے تو اس حدیث سے جو علی الاطلاق ہر مریض کا ثبوت مل سکتا ہے اسے اس حدیث سے ''مقید'' مانا جائے گا جس میں یہ آتا ہے کہ ہر وہ شخص جو پیٹ کی بیماری سے مر جائے، وہ شہید ہے تو ابن ماجہ کی روایت کہ ہر مریض شہید ہے، درحقیقت یوں بن جائے گی کہ ہر وہ مریض جو کہ پیٹ کے مرض میں مبتلا ہو کر دنیا سے رخصت ہوا وہ شہید ہے۔

امام ابن قیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

ابن ماجہ کی یہ حدیث کہ جو شخص بھی حالت مرض میں وفات پا گیا وہ شہید اور قبر کی جانچ سے محفوظ ہے، خود ابن ماجہ کے تفردات میں سے ہے اور یہ تفرد بھی غرائب اور منکرات پر مشتمل ہے اور ایسی احادیث پر زیادہ اعتبار بھی نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی یہ شہادت دی جا سکتی ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمایا ہوگا۔ پھر اگر یہ جملہ بطور حدیث مان بھی لیا جائے تو اس کے ''اطلاق'' کی ''تقیید'' ایک اور حدیث سے ہو جائے گی کہ جس میں فرمایا گیا ہے کہ ہر وہ شخص جو پیٹ کے مرض سے مر جائے وہ شہید ہے۔①

علامہ سندی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو مقید مانا ہے اور لکھا ہے:

اس حدیث (ہر مریض شہید ہے) کو اگر بالفرض صحیح مان بھی لیا جائے تو پھر اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ مریض جو پیٹ کی کسی بیماری سے مر جائے وہ شہید ہے۔②

پھر مزید آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

① قال الإمام ابن قيم الجوزي: وأما حديث ابن ماجة "من مات مريضاً مات شهيداً ووقي فتنة القبر" فمن إفراد ابن ماجة وفي إفراده غرائب ومنكرات، ومثل هذا الحديث مما يتوقف فيه ولا يشهد به على رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فإن صح فهو مقيد بالحديث الآخر وهو الذي يقتله بطنه، فإن صح عنه أنه قال: المبطون شهيد، فيحمل هذا المطلق على ذلك المقيد. والله أعلم.
(كتاب الروح للإمام شمس الدين أبي عبدالله بن قيم الجوزية، ت: ٧٥١هـ، المسئلة العاشرة في الأسباب المنجية من عذاب القبر، ص: ١١٣).

② هذا إن صح يحمل على مرض مخصوص كمرض البطن مثلاً.

www.seerat.net

اس حدیث کو ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات میں شمار کیا ہے اور اس کے راوی ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ کو معلول قرار دیا ہے کہ یہ متروک ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اصل حدیث کے الفاظ میں ''مرابطاً'' ہے (کہ جسے غلطی سے مریضاً پڑھ دیا گیا ہے)۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے یہ بات بیان کی ہے کہ ابراہیم بن یحییٰ نے کہا کہ انہوں نے ابن جریج سے یہ حدیث ''مرابطاً'' کے الفاظ سے بیان کی اور اس نے مجھ سے تبدیلی الفاظ کے ساتھ ''مریضاً'' بیان کر دی حالانکہ میں نے یہ الفاظ نہیں کہے تھے۔

''زوائد میں ہے کہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھ سے محمد نے ان سے احمد بن علی نے، ان سے ابن ابی سکینہ الحلبی نے بیان کیا کہ میں نے ابراہیم بن ابی یحییٰ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میرے اور امام مالک کے درمیان اللہ تعالیٰ ہی انصاف کرے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مجھے ''قدری'' قرار دیا اور جہاں تک ابن جریج کا تعلق ہے تو میں نے اسے کہا تھا کہ مجھ سے موسیٰ بن وردان نے ابراہیم کے واسطے سے یہ حدیث بیان کی ''من مات مرابطاً شہیدا'' (جو شخص بھی پہرہ داری کرتے ہوئے وفات پا گیا وہ شہید ہے) تو اس نے میرے ننھیال کی طرف منسوب کر کے اس روایت کو یوں میرے ذمے لگا دیا کہ ''من مات مریضاً مات شہیدا'' (جو شخص بھی مریض ہو کر مرا، وہ شہید ہے) حالانکہ میں نے یہ روایت بیان ہی نہیں کی۔ ''زوائد'' میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم بن محمد کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جھوٹا قرار دیا، یحییٰ بن سعید القطان اور ابن معین رحمۃ اللہ علیہم نے بھی یہی فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ شخص قدری، معتزلی اور جہمی ہے۔ ہر طرح کا عیب اس میں موجود ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ جہمی ہے۔ عبداللہ بن مبارک اور دیگر محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے اس کی روایت کو قبول نہیں کیا اور امام مالک اور ابن معین رحمۃ اللہ علیہم نے بھی

www.seerat.net

اس کی تکذیب کی ہے۔①

پھر اسی حدیث کے حاشیے میں امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کی سند پر اعتراض کرتے ہوئے اسے ضعیف قرار دیا ہے:

اس حدیث کی سند ہی ضعیف ہے کیونکہ اس کے راوی ابراہیم بن محمد بن ابی عطاء کو امام مالک، یحییٰ بن سعید القطان اور ابن معین رحمۃ اللہ علیہم نے جھوٹا قرار دیا ہے۔
اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ شخص قدری، معتزلی اور جہمی تھا ہر طرح کا عیب اس میں ہے۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ جہمی تھا اور عبداللہ بن مبارک اور دیگر محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے اس

---

① قال السيوطي: هذا الحديث أورده ابن الجوزي في الموضوعات، وأعله بإبراهيم بن محمد بن أبي يحيى الأسلمي فإنه متروك. وقال أحمد بن حنبل: إنما هو: "من مات مرابطاً". قال الدارقطني بإسناده عن إبراهيم بن يحيى، يقول: حدثت ابن جريج هذا الحديث: "من مات مرابطاً" فروي عني من مات مريضاً، وما هكذا حدثته. وفي الزوائد: قلت: قال أبوالحسن الدار قطني: حدثنا محمد حدثنا أحمد بن علي حدثنا ابن أبي سكينة الحلبي سمعت إبراهيم بن أبي يحيى يقول: حكم الله بيني وبين مالك و هو سماني قدرياً وأما ابن جريج فإني حدثته عن موسى بن وردان عن إبراهيم عن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: "من مات مرابطاً شهيداً". فنسبني إلى جدي من قبل أمي، وروى عني: "من مات مريضاً مات شهيداً". وما هكذا حدثته. ثم قال في الزوائد: في إسناده إبراهيم بن محمد كذبه مالك و يحيى بن سعيد القطان وابنمعين، وقال الإمام أحمد بن حنبل: قدري معتزلي جهمي، كل بلاء فيه. وقال البخاري: جهمي، تركه ابن المبارك والناس، فقد كذبه مالك وابن معين. والله تعالى أعلم.

سے روایت حدیث ترک کردی تھی۔①

اس لیے یا تو یہ مانا جائے کہ یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت کی ہے اور یا پھر یہ مان لیا جائے کہ حدیث میں اصل الفاظ ''من مات مرابطاً'' کے تھے جسے رواۃ نے غلطی سے ''من مات مریضاً'' سے تبدیل کردیا، اور یا پھر یہ مان لیا جائے کہ یہ حدیث مطلق نہیں کہ ہر مریض، شہید اور عذاب قبر سے محفوظ ہے بلکہ مقید ہے کہ ہر وہ مریض جو پیٹ کے مرض میں انتقال کر گیا ہو وہ شہید اور قبر کی آزمائش سے محفوظ ہے۔ واللّٰہ أعلم.

⑨: جو شخص پکّا نمازی ہوگا غالباً وہ بھی قبر میں سوالات سے محفوظ رکھا جائے گا کیونکہ میت جب قبر میں دفنا دی جاتی ہے تو اسے پہلا منظر یہ دیکھایا جاتا ہے کہ گویا سورج ڈوب رہا ہے۔ وہ اپنی آنکھیں ملتا ہوا، اُٹھ کر بیٹھ جاتا ہے اور جب یہ منظر دیکھتا ہے تو اسے یہ فکر لاحق ہو جاتی ہے کہ میری عصر کی نماز رہ گئی اور سورج ڈوب رہا ہے تو عصر کا وقت جاتا رہے گا، وہ فوراً کہتا ہے کہ فرشتو مجھے چھوڑو میں پہلے نماز پڑھ لوں۔

چنانچہ ابن ماجہ میں ہے:

① هذا إسناد ضعيف، إبراهيم بن محمد بن أبي عطاء كذبه مالك ويحيى بن سعيد القطان وابن معين [تهذيب الكمال: ٢/ ١٨٤]، وقال الإمام أحمد [تهذيب الكمال: ٢/ ١٨٦]: قدري معتزلي جهمي كل بلاء فيه، وقال البخاري [التاريخ الكبير: ١/ ٣٢٣]: جهمي تركه ابن المبارك والناس.

www.serat.net

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میت کو قبر میں لٹا دیا جاتا ہے تو تدفین کے بعد اسے یہ منظر یہ دکھایا جاتا ہے کہ گویا کہ سورج ڈوب رہا ہے تو یہ مردہ اُٹھ کر بیٹھ جاتا ہے، اپنی آنکھیں ملتا ہے اور فوراً کہتا ہے کہ فرشتو مجھے چھوڑ دو میں پہلے نماز (عصر) پڑھ لوں۔①

اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ پکا نمازی مرد و عورت، یہ بھی اس آزمائش سے محفوظ رہیں گے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث اور اس پکّے نمازی کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں:

شاید یہ نمازی بھی انہی لوگوں میں سے ہوگا جو سب قبر کے سوال وجواب سے محفوظ رکھے جائیں گے۔②

لیکن خیال رہے کہ ایسے شخص (مرد و عورت) کو وفات سے پہلے تلقین کرنی چاہیے کیونکہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں ایسے شخص کے متعلق فتنۂ قبر

(سنن ابن ماجة بشرح الإمام أبي الحسن الحنفي السندي رَحِمَهُ اللهُ ت: ١١٣٨هـ وبتعليقات على هوامشه المسمّاة بمصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجة للإمام البوصيري ت: ٨٤٠هـ، كتاب الجنائز، باب: ما جاء فيمن مات مريضاً، تحت رقم الحديث: ١٦١٥، ج: ٢، ص: ٢٧٧).

① أخرجه ابن ماجة في سننه من حديث جابر رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: "إذا دخل الميت القبر مثلت الشمس عند غروبها. فيجلس يمسح عينيه ويقول: دعوني أُصَلِّ".

(رقم الحديث: ٤٢٧٢، ص: ٢٧٣٦، كتاب الزهد، باب ذكر القبر والبلى).

② و لعل هذا ممن وقي فتنة القبر.

(كتاب التذكرة بأحوال الموتى وأمور الآخرة، باب ما ينجي من أهوال القبر و فتنته و عذابه، ج: ١، ص: ٤٢٣)

www.seerat.net

سے حفاظت کی صراحت نہیں فرمائی بلکہ اس حدیث سے اہل علم کا یہ ایک استنباط ہے جو ممکن ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہی ہو اور ممکن ہے کہ یہ نہ ہو اس لیے تلقین کرنا ہی مناسب ہے۔

⑩: جو شخص روزانہ رات کو سونے سے پہلے سورۂ ملک کی تلاوت کرتا ہو، مناسب یہ ہے کہ اس کو بھی تلقین نہ کی جائے کیونکہ اس شخص سے بھی قبر میں سوالات نہیں ہوں گے اور یہ عذاب قبر سے بھی محفوظ رکھا جائے گا۔ حضرت رسالت مآب ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صاحب نے ایک مقام پر اپنا خیمہ نصب کیا تو انھیں معلوم نہیں تھا کہ اس مقام پر کوئی قبر ہے۔ کچھ ہی دیر میں زمین سے سورۂ ملک کی تلاوت کی آواز آنے لگی اور کوئی آدمی اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت کر رہا ہے یہاں تک کہ سورت کی تلاوت مکمل ہوگئی۔ یہ صحابی رضی اللہ عنہ حضرت رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ تمام واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا یہ سورت قبر کے عذاب سے نجات دیتی ہے۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''معجم طبرانی'' میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت تحریر فرمائی ہے کہ:

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دوران سفر ایک ایسی جگہ پر اپنا خیمہ نصب کیا، جہاں پر ایک قبر تھی اور انھیں یہ معلوم نہیں کہ یہاں پر کوئی قبر ہے، تو انہوں نے زمین سے ایسی آواز سنی

جیسے کسی شخص نے سورۂ ملک کی تلاوت شروع کی ہے اور یہاں تک کہ اس نے پوری سورت پڑھ دی۔ اس عجیب واقعے کو لے کر حضرت رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے پورا قصہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا یہ سورت تو روک دیتی ہے، یہ سورت تو نجات دیتی ہے، کس چیز سے؟ یہ تو عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔①

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں بھی آتا ہے کہ انہوں نے اپنے ایک دوست سے کہا کیا میں تمھیں ایک ایسا تحفہ دوں، جس سے تمہارا دل خوش ہو جائے انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور عطا ہو۔ آپ نے فرمایا سورۂ ملک کی تلاوت کیا کرو، اپنے گھر والوں کو، اپنی ساری اولاد کو حتیٰ کہ اپنے بچوں کو اور پڑوسیوں تک کو اس سورت کی تلاوت کو سکھاؤ۔ اس سورت کی تلاوت عذاب سے نجات دیتی ہے۔ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کا دفاع کرے گی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے پڑھنے والے کے لیے بحث کرے گی کہ اس بندے کو جہنم سے نجات دی جائے اور اس سورت کا پڑھنے والا قبر کے عذاب سے بھی محفوظ رہے گا اور حضرت رسالت پناہ ﷺ

---

① أخرج الطبراني في المعجم الكبير من حديث ابن عباس رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قال: ضرب بعض أصحاب النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خباء ه على قبر وهو لا يحسب أنه قبر فإذا إنسان يقرأ سورة الملك حتى ختمها فأتى النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فقال: يا رسول الله ضربت خبائي على قبر وأنا لا أحسب أنه قبر فإذا إنسان يقرأ سورة الملك تبارك حتى ختمها فقال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هي مانعة هي المجنية تنجيه من عذاب القبر".

(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث: ١٢٨٠١، ج: ١٢، ص: ١٧٤، ١٧٥).

www.seerat.net

نے اسی وجہ سے یہ ارشاد فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ یہ مبارک سورت میرے ہر امتی کے دل میں (حفظ) محفوظ ہو۔ اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جتنی بھی بشارتیں سنائی ہیں، وہ ظاہر ہے کہ خود سے تو نہیں بیان کر سکتے تھے۔ یہ باتیں انہوں نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوں گی اسی لیے تو انہوں نے بتایا ہے کہ یہ سورت قبر کی سختیوں سے محفوظ رکھے گی۔①

اس سورۂ مبارکہ کو پڑھنے کی ترتیب یہ ہے کہ اسے ہر رات کو سونے سے پہلے یا بعد از نماز عشاء ایک مرتبہ تلاوت کر لیا جائے۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ معصوم اور ہر سختی سے محفوظ تھے لیکن اس کے باوجود روزانہ رات کو سونے سے پہلے اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت کر کے ہی سوتے تھے۔

چنانچہ ان روایات سے معلوم ہوا کہ سورۃ الملک کے قاری کو بھی قبر کے سوالات اور

① أخرجه محمد عبد بن حميد في مسنده من حديث ابن عباس رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قال لرجل: ألا أطرفك بحديث تفرح به؟ قال الرجل: بلى يا أبا عباس رحمك الله قال: اقرأ ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ﴾ واحفظها، وعلمها أهلك، وجميع ولدك، وصبيان بيتك، وجيرانك، فإنها المنجية، وهي المجادلة، تجادل وتخاصم يوم القيامة عند ربها لقارئها، وتطلب له إلى ربها أن ينجيه من النار، إذا كانت في جوفه و ينجي الله بها صاحبها من عذاب القبر، قال إبراهيم: قال أبي: قال عكرمة: قال: ابن عباس: قال رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لوددت أنها في قلب كل إنسان من أمتي".

(ينظر: المنتخب من مسند عبد بن حميد، رقم الحديث: ٦٠٣، باب مسند ابن عباس رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، ج: ٢، ص: ١٠٢).

www.seerat.net

عذاب سے محفوظ رکھا جائے گا۔

⑪: جو شخص روزانہ رات کو سونے سے پہلے سورۂ الم السجدہ، :۳۲، پارہ :۲۱، کی تلاوت کر کے سوتا ہو تو مناسب یہ ہے کہ اسے بھی موت سے پہلے تلقین نہ کی جائے کیونکہ یہ شخص بھی سوالات اور عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ ان مشہور اور ثقہ تابعین میں سے ہیں، جو اپنی عبادت کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔ اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتے تھے اور خاص طور سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے تھے، اس قدر زیادہ کہ جب ان کا انتقال ہوا تو موت کے بعد بھی ان کے ایک ہاتھ کی انگلی حرکت کرتی رہی اور وہ ان انگلیوں سے گن کر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور ورد کرتے تھے۔ یمن کے رہنے والے تھے لیکن بعد میں حمص میں سکونت اختیار کر لی تھی۔①

انہی حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ کی روایت مسند دارمی میں آتی ہے کہ وہ اس سورۂ مبارکہ کو پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور بتاتے تھے کہ یہ سورت (قبر کے عذاب سے) نجات دینے والی ہے۔②

پھر دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ سورۂ

---

① (سير أعلام النبلاء، ج: ٤، ص: ٥٣٦، رقم الترجمة: ٢١٦)

② عن خالد بن معدان قال: اقرؤوا المنجية، وهي ﴿الم تنزيل﴾ [السجدة:١، ٢].
(مسند الدارمي، رقم الحديث: ٣٤٥١، كتاب فضائل القرآن، باب: في فضل سورة تنزيل، السجدة و تبارك، ج: ٤، ص: ٢١٤٤).

السجدہ اپنے پڑھنے والے کا قبر میں دفاع کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرتی ہے کہ اگر میں واقعی آپ کا کلام ہوں تو میری سفارش اس میت کے لیے قبول فرمالیں (اسے عذاب قبر نہ دیں) اور اگر میں واقعی آپ کی کتاب میں سے نہیں ہوں تو پھر مجھے قرآن سے مٹا دیں۔ پھر یہ سورت پرندے کی صورت اختیار کر لیتی ہے اپنے پر میت کے اُوپر پھیلا دیتی ہے اللہ تعالیٰ سے پھر درخواست کرتی ہے حتیٰ کہ عذاب قبر کو واپس کر دیتی ہے۔①

اس معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بھی اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت کرتا رہتا ہے، اس سے بھی قبر میں سوال وجواب اور عذاب نہیں ہوتے۔ اس سورت کو پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ انسان کو چاہیے کہ روزانہ رات کو سونے سے پہلے ایک مرتبہ اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت کر لیا کرے۔ حضرت رسالت مآب ﷺ کا اپنا معمول مبارک یہ تھا کہ رات کو سونے سے پہلے اس سورت کی تلاوت فرماتے تھے اور پھر اس کے بعد انتیسویں

---

① أن خالد بن معدان قال: إن ﴿الم تَنزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [السجدة: ١، ٢] تجادل عن صاحبها في القبر تقول: اللهم إن كنت من كتابك، فشفعني فيه، وإن لم أكن من كتابك، فامحني عنه، وإنها تكون كالطير تجعل جناحها عليه، فتشفع له، فتمنعه من عذاب القبر، وفي ﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [الملك: ١] مثله.

(مسند الدارمي، رقم الحديث: ٣٤٥٣، كتاب فضائل القرآن، باب: في فضل سورة تنزيل، السجدة و تبارك، ج: ٤، ص: ٢١٤٥).

www.seerat.net

پارے کی پہلی سورت یعنی سورۂ ملک بھی اس کے ساتھ ملا کر تلاوت فرماتے تھے۔①
اور نہ صرف یہ کہ خود اس وقت تک آرام نہیں فرماتے تھے جب تک کہ یہ دونوں سورتیں تلاوت نہ کرلیں بلکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی یہی حکم تھا کہ ان دونوں سورتوں (سورۂ تنزیل السجدہ اور سورۂ ملک) کو ملا کر پڑھیں۔ ان دونوں سورتوں کی ہر ہر آیت کا ثواب قرآن کریم کی دوسری سورتوں کی ہر ہر آیت سے ستر گنا زیادہ ہے اور جو شخص بھی نماز عشاء کے بعد ان دونوں سورتوں کو ملا کر پڑھے گا اسے لیلۃ القدر کی عبادت کے برابر کا ثواب ملے گا۔②
اس لیے حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں سورتوں کی تلاوت کیے بغیر رات کو

---

① عن جابر قال: كان النبي عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لا ينام حتى يقرأ ﴿الم﴾ [السجدة:١]، وتبارك.
(مسند الدارمي، رقم الحديث: ٣٤٥٤، كتاب فضائل القرآن، باب: في فضل سورة تنزيل، السجدة و تبارك، ج: ٤، ص: ٢١٤٥).

② وأخرجه عبدالرزاق برقم (٦٠٣٥) من طريق معمر بن راشد، حدثنا يحيىٰ بن أبي كثير قال: أمر النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أصحابه أن يقرؤوا ﴿الم﴾ [السجدة:١]، و﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾[الملك: ١] فإنهما تعدل كل آية منهما سبعين آية من غيرهما، ومن قرأهما بعد العشاء الآخرة، كانتا له مثلهما في ليلة القدر.
(على هامش مسند الدارمي، تحت رقم الحديث: ٣٤٥٥، كتاب فضائل القرآن، باب: في فضل سورة تنزيل، السجدة و تبارك، ج: ٤، ص: ٢١٤٦).

www.seerat.net

سوتے نہیں تھے۔①

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما خود ایک جلیل القدر صحابی تھے اور ان کے مایہ ناز شاگرد حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ یمنی مشہور تابعی کا بھی یہی حال تھا کہ وہ رات کو سونے سے پہلے ان دونوں سورتوں کی تلاوت کر کے ہی سوتے تھے۔②

اسی لیے بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ کوئی شخص اگر صرف روزانہ رات کو سونے سے پہلے سورۂ ملک پڑھ کر سوئے تو اسے بھی، صحیح احادیث کے مطابق، سوالات اور عذاب قبر سے محفوظ رکھا جائے گا اور بعض حضرات کا خیال یہ کہ اگر کوئی شخص صرف اسی سورۂ الم السجدہ کو پڑھ کر سونے کا معمول بنا لے تو اسے بھی صحیح حدیث کے مطابق عذاب قبر سے محفوظ رکھا جائے گا۔ اور اہل علم میں سے بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ رات کو سونے سے پہلے دونوں سورتوں کو ملا کر پڑھنے کا معمول بنا لینا چاہیے تا کہ یہ دونوں

---

① فكان خالد لا يبيت حتىٰ يقرأ بهما.

(مسند الدارمي، رقم الحديث: ٣٤٥٣، كتاب فضائل القرآن، باب: في فضل سورة تنزيل، السجدة و تبارك، ج: ٤، ص: ٢١٤٥).

② وأخرجه ابن الصريس في فضائل القرآن برقم (٢٣٣) من طريق علي بن الحسن، حدثنا عامر بن يساف، عن يحيىٰ بن أبي كثير قال: كان طاووس لا ينام حتىٰ يقرأ هاتين السورتين ﴿الم﴾ [السجدة: ١]، و﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [الملك: ١].

(علىٰ هامش مسند الدارمي، تحت رقم الحديث: ٣٤٥٥، كتاب فضائل القرآن، باب: في فضل سورة تنزيل، السجدة و تبارك، ج: ٤، ص: ٢١٤٦).

www.seerat.net

سورتیں عذاب قبر سے محفوظ رکھیں، چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

جو شخص روزانہ رات کو سورۂ ملک کی تلاوت کرے گا، وہ بھی عذاب قبر سے محفوظ رہے گا اور بعض فقہاء نے سورۂ ملک کے ساتھ ساتھ سورۂ السجدہ کو بھی شامل کیا ہے۔①

تنبیہ: خیال رہے کہ قرآن کریم میں دو سورتیں ایسی ہیں جن کا نام ''السجدہ'' ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی سورت تو ﴿الم تَنزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ الْعَالَمِينَ﴾ کی آیات سے شروع ہوتی ہے اور پ:۲۱ میں آئی ہے اس سورت کا نمبر شمار ۳۲ ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کی آیت:۱۵، آیت سجدہ ہے اور سورت کا مکمل نام سورہ الم السجدہ ہے۔ جب کہ دوسری سورت ﴿حم تَنزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ کی آیات سے شروع ہوتی ہے اور پ:۲۴ میں آئی ہے اس سورت کا نمبر شمار ۴۱ ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کی آیت:۳۸، آیت سجدہ ہے اور اس سورت کا نام سورۂ حم السجدہ ہے۔ جس سورۂ مبارکہ کے فضائل بیان کیے گئے ہیں وہ پہلی سورہ ہے ''الم السجدہ'' جو کہ پارہ:۲۱ میں ہے۔

⑫: جو شخص بھی اپنی موت کے مرض میں سورۂ اخلاص کی تلاوت کرے گا، وہ بھی قبر کی آزمائش اور عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

① والقاري كل ليلة تبارك الملك، وبعضهم ضم إليها السجدة.

(حاشية ابن عابدين، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب: ثمانية لا يسألون في قبورهم، ج: ٥، ص: ١٩٢).

www.seerat.net

ارشاد فرمایا ہے جس شخص نے اپنی موت کے مرض میں سورۂ اخلاص کی تلاوت کی اور پھر اسی مرض میں اس کا انتقال بھی ہو گیا تو وہ اپنی قبر میں سوال و جواب کی آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا، قبر اسے بھینچے گی بھی نہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے اسے قیامت کے دن اپنے ہاتھوں پر اُٹھا کر جنت میں لے جائیں گے۔①

اس لیے اگر کوئی شخص اپنے مرض الموت میں سورۂ اخلاص کی تلاوت کرے تو اسے بھی تلقین نہ کرنا، مناسب ہے۔

⑬: جو شخص بھی جمعرات کے دن سورج ڈوبنے کے بعد سے لے کر جمعہ کے دن سورج ڈوبنے سے پہلے تک کے درمیانی عرصہ میں انتقال کر جائے وہ بھی قبر میں سوالات سے محفوظ رہے گا۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ اسے بھی موت سے پہلے تلقین نہ کی جائے کیونکہ وہ قبر کے امتحان اور عذاب سے محفوظ رکھا جائے گا۔

سنن ترمذی میں یہ روایت آئی ہے، جسے صاحب مشکوٰۃ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''مشکوٰۃ المصابیح'' میں لیا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بھی مسلمان (مرد و

---

① وفي التذكرة: ذكر أبو نعيم من حديث أبي العلاء يزيد بن عبدالله بن الشخير عن أبيه قال: قال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''من قرأ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ من مرضه الذي يموت فيه لم يفتن في قبره، وأمن من ضغطة القبر، وحملته الملائكة يوم القيامة بأكفها حتى تجيزه من الصراط إلى الجنة''. قال: هذا حديث غريب من حديث يزيد تفرد به نصر بن حماد البجلي.

(كتاب التذكرة بأحوال الموتى وأمور الآخرة، باب ما ينجي من ضغطة القبر وفتنته، ج: ١، ص: ٣٣٠).

عورت) جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو انتقال کر جائے تو اللہ تعالیٰ اسے قبر کی آزمائش اور جانچ سے محفوظ رکھتا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں حضرت ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ:

اس حدیث کی مزید تشریح یہ ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن انتقال کرے گا، اس کے لیے شہید کا اجر ہے۔ تو اصولی طور پر یہ بات تو طے شدہ ہے کہ شہید سے قبر کی جانچ نہیں ہوگی۔ حضرت ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے توسط سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بھی بروز جمعہ یا شب جمعہ میں انتقال کر جائے اسے قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھا جائے گا اور قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس پر شہادت کی مہر لگی ہوئی ہوگی۔ حمید نے اپنی ترغیب میں حضرت ایاس بن بکیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن انتقال کر جاتا ہے اس کے لیے شہید کا ثواب لکھا جاتا ہے اور قبر کی جانچ سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ ابن جریر نے حضرت عطا کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بھی مسلمان مرد و عورت جمعہ کی رات یا دن کو انتقال کر جاتا ہے وہ قبر کی جانچ اور اس کے عذاب سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ ایسے مرنے والے کو قیامت میں بھی حساب نہیں دینا پڑے گا۔ اور قیامت کے دن اس کی نیکیوں کے گواہ اس کے ہمراہ ہوں گے جو اس کی نیکیوں کی گواہی بھی دیں گے اور اس پر شہادت کی

www.seerat.net

مہر بھی ہوگی۔ یہ حدیث بہت باریک ہے کہ اس میں دونوں چیزوں، قبر کی جانچ اور اس کے عذاب، دونوں سے میت کا بچاؤ بیان ہوا ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ تحریر فرمایا ہے۔①

لیکن علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحریر پر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ یہ قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ شہداء کی کی قبر میں جانچ نہیں ہوگی اور چونکہ جمعہ کے دن یا رات میں انتقال کرنے والا بھی شہید ہے لہٰذا اس کی جانچ نہیں ہوگی تو پھر تو اس قاعدے کے مطابق ہر حکمی شہید کی جانچ بھی نہیں ہونی چاہیے۔ اور اگر بات ایسے ہی ہے تو پھر تو کم ہی کوئی مسلمان ایسا ہوگا جو حکمی شہید نہ ہو۔ کیا اس قاعدے کی بنا پر استثناء سے بہتر یہ نہیں ہوگا کہ ہم براہ راست اس حدیث ہی سے استنباط کریں کہ چونکہ فتنۂ قبر کا استثناء خود حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس النفس کیا ہے اس لیے یہ استثناء ہے۔

① قلت: ومن تتمة ذلك أن من مات يوم الجمعة له أجر شهيد، فكان على قاعدة الشهداء في عدم السؤال، كما أخرجه أبو نعيم في الحلية عن جابر قال: قال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "من مات يوم الجمعة أو ليلة الجمعة أجير من عذاب القبر، وجاء يوم القيامة وعليه طابع الشهداء". وأخرج حميد في ترغيبه عن إياس بن بكير أن رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: "من مات يوم الجمعة كتب له أجر شهيد، ووقي فتنة القبر". وأخرج من طريق ابن جرير عن عطاء قال: قال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ما من مسلم أو مسلمة يموت في يوم الجمعة أو ليلة الجمعة إلا وقي عذاب القبر وفتنة القبر، ولقي الله ولا حساب عليه، وجاء يوم القيامة ومعه شهود يشهدون له أو طابع" وهذا الحديث لطيف صرح فيه بنفي الفتنة والعذاب معاً اهـ كلام السيوطي رَحِمَهُ اللهُ.

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح للعلامة الملا علي القاري رَحِمَهُ اللهُ، كتاب الصلاة، باب الجمعة، رقم الحديث: ١٣٦٧، ج: ٣، ص: ٤٦٠).

www.seerat.net

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "تحفة الأحوذي" میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی یہی عبارت نقل کردی ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت جس کو حوالہ ''مرقاۃ'' اور ''تحفۃ الاحوذی'' میں دیا گیا ہے، ان کی کس کتاب میں آئی ہے، تلاش بسیار کے باوجود بھی یہ حوالہ نہ مل سکا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی کی شرح ''قوت المغتذی'' میں اس حدیث کی شرح میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے، وہ یہ ہے:

میں کہتا ہوں کہ:

> اس حدیث کا تتمہ یہ ہے کہ جو شخص بھی جمعۃ المبارک کے دن یا رات کو انتقال کرگیا اس کو شہید کا ثواب دیا جائے گا۔ اور شہید کے متعلق تو یہ نص سے ثابت ہے کہ اس سے قبر میں سوال وجواب نہیں ہوگا۔ سو ایسے ہی جمعہ کے دن یا رات کو مرنے والے کے ساتھ بھی ایسے ہی ہوگا۔①

لیکن ظاہر ہے کہ اس عبارت میں اور وہ عبارت جس کا حوالہ حضرت ملا علی القاری اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہم نے دیا ہے، بہت فرق ہے۔

---

① قلت: ومن تتمة ذلك أن من مات يوم الجمعة، أو ليلة الجمعة له أجر شهيد، كما ورد به أحاديث. والشهيد ورد النص بأنه لا يسأل، فكان الميت يوم الجمعة أو ليلتها على منواله.

(قوت المغتذي على جامع الترمذي للإمام الحافظ جلال الدين عبدالرحمن بن أبي بكر السيوطي رَحِمَهُ اللّٰهُ، ت:٩١١هـ، رقم الحديث: ٣٣١-(١٠٧٤)، أبواب الجنائز عن رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، باب ما جاء فيمن مات يوم الجمعة، ج: ١، ص: ٣٩٦).

حنفی فقہاء رحمۃ اللہ علیہم میں سے علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فہرست میں دو مندرجہ ذیل اصناف کا اضافہ فرمایا ہے۔

⑭: طالب علم اگر دوران تعلیم دنیا سے رخصت ہوگا تو اس سے بھی قبر میں سوالات اور عذاب نہیں ہوگا۔ علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

اور طالب علم کو بھی عذاب قبر نہیں ہوگا کیونکہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص طالب علم ہو اور طلب علم ہی کی راہ میں اسے موت آ جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس حال میں پیش ہوگا کہ اس کے اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے درجات میں صرف ایک درجے کا فرق ہوگا۔ جواہر الکلام میں یہ روایت ان الفاظ سے بیان کی ہے کہ جس شخص کے پاس موت کا فرشتہ اس حالت میں آ جائے کہ وہ اس غرض سے علم حاصل کر رہا ہو کہ اسلام کو دوبارہ سے، اپنے علم کے ذریعے زندہ کر دے تو ایسے شخص اور نبوت کے درمیان جنت میں ایک درجے کا فرق ہوگا۔ احیاء علوم الدین کی تخریج اور مقاصد حسنہ میں بھی یہ روایت ایسے ہی ہے۔①

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی جس روایت کا حوالہ مندرجہ بالا عبارت میں ہے، وہ حدیث "المعجم

① و طالب العلم لقوله صلى الله عليه وسلم: من جاء أجله وهو يطلب العلم لقي الله ولم يكن بينه وبين النبيين إلا درجة النبوة كذا في جواهر الكلام والحديث رواه الطبراني والدارمي وابن السني بلفظ من جاء ه ملك الموت وهو يطلب العلم ليحيي به الإسلام فبينه وبين النبوة درجة واحدة في الجنة كما في تخريج الأحياء والمقاصد الحسنة.

(حاشية الطحطاوي على المراقي، باب أحكام الجنائز، فصل: في حملها و دفنها، ص: ٣٣٨).

الاوسط'' میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد حضرت یعقوب بن اسحٰق المخرمی رحمۃ اللہ علیہ سے رقم: ۹۴۵۴ کے تحت نقل کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی موت اس حالت میں آئے کہ وہ طالب علم ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے درمیان اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے درمیان صرف ایک نبوت کا درجہ ہی باقی رہ جائے گا۔①

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ تحریر کیا ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص علم اس لیے حاصل کر رہا ہو کہ اسلام کو پھر سے زندہ کر دے اور پھر اسی دوران اسے موت آ جائے تو اس کے درمیان اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے درمیان جنت میں صرف ایک درجہ ہی رہ جائے گا۔②

⑧ مریض پر جب نزع کا عالم طاری ہو جائے تو اس کے پاس بیٹھ کر سورۂ یٰسین کی

---

① عن ابن عباس قال: قال رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”من جاء أجله وهو يطلب العلم لقي اللّٰه ولم يكن بينه وبين النبيين إلا درجة النبوة“.

(المعجم الأوسط، باب الباء من اسمه يعقوب، رقم الحديث: ٩٤٥٤، ج: ٦، ص: ٤٧٥).

② عن الحسن قال: قال رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”من جاء ه الموت وهو يطلب العلم ليحيي به الإسلام، فبينه وبين النبيين درجة واحدة في الجنة“.

(مسند دارمي، باب: في فضل العلم والعالم، رقم الحديث: ٣٦٦، ج: ١، ص: ٣٦٨).

تلاوت کرنی چاہیے۔ سورۂ بقرہ کا پڑھنا بھی درست ہے اور سورۂ رعد کی تلاوت کرنا بھی مستحب ہے۔

حاشیہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ میں ہے:

یہ کہنا کہ عالم نزع میں میت پر سورۂ یٰسین کا پڑھنا مستحب ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مرنے والوں پر سورۂ یٰسین کی تلاوت کیا کرو۔ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور فرمایا کہ ''مرنے والوں'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو مرنے کے قریب یعنی عالم نزع میں ہوں۔ اور امام ابوداؤد نے مجاہد کے حوالے سے شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ نقل کیا ہے کہ مدینہ منورہ کے انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کسی پر عالم نزع طاری ہوتا تھا تو اس موقع پر مریض کے پاس سورۂ بقرہ کی تلاوت کرتے تھے۔ اس روایت میں مجاہد کی تضعیف کی گئی ہے۔ پھر یہ جو کہا گیا کہ اس موقع پر سورۂ رعد کی تلاوت کرنی چاہیے تو اس کی وجہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ہے کہ سورۂ رعد کی تلاوت سے میت کی روح جسم کو آسانی سے چھوڑ دیتی ہے۔ در منثور میں ہے کہ حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ مریض کے عالم نزع میں اس کے پاس بیٹھ کر سورۂ رعد کی تلاوت فرماتے تھے اور مروزی نے جنائز کے باب میں فرمایا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ مرنے والے کے پاس بیٹھ کر سورۂ رعد کی تلاوت کرنا مستحب فرماتے تھے کہ اس سے میت کو سکون ملتا ہے روح کو بدن چھوڑنے میں مدد ملتی ہے اور اس موقع پر اسی سورۂ مبارکہ کا پڑھنا مناسب ہے۔ ''النہر الفائق'' میں ہے کہ مریض کے عالم نزع میں مستحب تو یہ ہے کہ سورۂ یٰسین کی تلاوت کی جائے اور بعض تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے یہ روایت بھی ہے کہ اس موقع پر سورۂ رعد کی تلاوت کی

جائے۔①

⑨ مریض جب عالم نزع میں چلا جائے تو اس کی چارپائی کے اردگرد یا تو خوشبودار لکڑی جلا دینی چاہیے، اور یا پھر عطر کا چھڑکاؤ کر دینا چاہیے یا آج کل جو خوشبودار سپرے ملتے ہیں انھیں استعمال کرنا چاہیے، الغرض مقصد یہ ہے کہ عالم نزع میں وہاں خوشبو بکھیر دینی چاہیے تاکہ کسی قسم کی بدبو نہ رہے۔ یہ خوشبو میت کی تعظیم میں بھی ہے اور رحمت کے فرشتوں کا استقبال بھی۔

درمختار میں ہے کہ:

① في حاشية ابن عابدين رَحِمَهُ ٱللَّهُ:(قوله: و يندب قراءة يٰس) لقوله عَلَيۡهِ ٱلصَّلَاةُ وَٱلسَّلَامُ: "اقرؤوا على موتاكم ﴿يٰس﴾" صححه "ابن حبان" و قال: "المراد به من حضره الموت"، و روى "أبو داود" عن "مجالد" عن "الشعبي" قال: "كانت الأنصار إذا حضروا قرؤوا عند الميت سورة البقرة"، إلا أن "مجالداً" مضعف، "حلبة". (قوله: والرعد) هو استحسان بعض المتأخرين لقول "جابر": "إنها تهون عليه خروج روحه".

(حاشية ابن عابدين رَحِمَهُ ٱللَّهُ: كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مقولة: ٧٢٢٣، ٧٢٢٤، ج: ٥، ص: ١٨٨، ١٨٩). (أخرج ابن أبي شيبة، ج: ٧، ص: ١١٤، رقم: ١٠٩٥٧، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند المريض إذا حضر، عن جابر بن زيد أنه كان يقرأ عند الميت سورة الرعد. و أخرج المروزي في الجنائز عن جابر بن زيد أيضاً قال: كان يستحب إذا حضر الميت أن يقرأ عنده سورة الرعد، فإن ذلك يخفف عن الميت، فإنه أهون لقبضه و أيسر لشأنه. كما في الدر المنثور، ج: ٨، ص: ٣٥٩).

و في النهر الفائق: و يستحب قراءة ﴿يٰس﴾ عنده و استحسن بعض التابعين سورة الرعد.

(النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، تحت قوله: (فإن) ج:١، ص: ٣٨١).

انتقال کرنے والے کے قریب خوشبو بکھیر دی جائے۔امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ انتقال کرنے والے کے قریب خوشبو بکھیر دی جائے۔تبیین الحقائق میں ہے کہ اس طرح خوشبو بکھیرنے میں میت کی تعظیم اور احترام بھی ہے اور اس موقع پر اگر کسی وجہ سے ناگوار بو پھیل جائے تو اس کا ازالہ بھی۔①

تنبیہ: یاد رہے کہ ''البحر الرائق'' کتاب الجنائز کے بعض نسخوں میں ٹائپنگ کی غلطی سے یہ جزئیہ ایسے غلط چھپ گیا ہے۔''ویحضر عنده من الطبيب(اور اس مریض کے لیے طبیب کو بلایا جائے۔) یہ بات درست نہیں ہے۔''البحر الرائق'' ہی کے قدیم نسخوں سے، جب اس جدید نسخے کا تقابل کیا گیا، تو ان قدیم نسخ کی عبارت یہ تھی''ويحضر عنده من الطيب''. (اور مریض کے پاس خوشبو رکھی جائے) ٹائپسٹ نے غلطی سے لفظ''طیب'' کو''طبیب'' ٹائپ کر دیا اس لیے اس جزئیہ پر فتویٰ

① قال في الدر المختار: و يحضر عنده الطيب.

(حاشية ابن عابدين على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، تحت قول متن تنوير الأبصار: و إذا مات تشد لحياه.. إلخ، ج:٥، ص: ١٩٥).

و كذا نصه الطحطاوي: و يحضر عنده الطيب.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نورالإيضاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، تحت قوله: واختلفوا في إخراج الحائض والنفساء من عنده، ص: ٣٠٨).

و في تبيين الحقائق: و في التجمير تعظيمه و إزالة الرائحة الكريهة.

(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، لفخر الدين عثمان بن علي الزيلعي رَحِمَهُ ٱللَّهُ، كتاب الصلاة، باب الجنائز، تحت قوله: و وضع على سرير مجمر وتراً، ج: ١، ص: ٢٣٥).

www.seerat.net

نہیں دیا جاسکتا۔ ویسے بھی کتب فقہ کے متون وشروح میں اس مقام پر ہر ایک فقیہہ رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ "طیب" ہی تحریر فرمایا ہے، کسی ایک نے بھی لفظ "طبیب" تحریر نہیں فرمایا۔

⑩ جب میت کی روح نکلے تو اس وقت اس میت کے اعزاء واقرباء جو بھی محرم بیٹھے ہوں ان میں سے کوئی مرد یا عورت اُٹھے اور میت کی آنکھیں بند کرتے ہوئے یہ دعا مانگے (یہ دعا اس میت کے لیے ہے جو مرد ہو اور اگر عورت ہو تو اس کی دعا آگے چل کر آرہی ہے)

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْہُ وَارْفَعْ دَرَجَتَہٗ فِي الْمَھْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْہُ فِيْ عَقَبِہٖ فِي الْغَابِرِیْنَ وَاغْفِرْلَنَا وَلَہٗ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَافْسَحْ لَہٗ فِيْ قَبْرِہٖ وَ نَوِّرْ لَہٗ فِیْہِ. بِسْمِ اللّٰہِ وَ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ یَسِّرْ عَلَیْہِ أَمْرَہٗ وَ سَھِّلْ عَلَیْہِ مَا بَعْدَہٗ وَاسْعَدْہُ بِلِقَائِکَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ إِلَیْہِ خَیْراً مِمَّا خَرَجَ عَنْہُ.

ترجمہ: اے اللہ! اس (مرد) کی بخشش فرما، اور ہدایت پانے والے (جنتیوں) میں اس کا

www.seerat.net

رتبہ بلند فرما، اور اس کے پسماندہ اہل وعیال میں تو اس کے قائم مقام ہو جا، اور اے رب العالمین! ہماری اور اس کی بخشش فرما، اور اس کی قبر کشادہ فرما، اور اس میں اس کے لیے روشنی کا انتظام فرما، اور اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ میں اس کی آنکھیں بند کرتا ہوں، اور (اے اللہ! اسے اپنے رسول ﷺ کے) دین پر قائم رکھ، اے اللہ! اس پر اس کا یہ مرحلہ آسان فرما اور اس کے بعد کے تمام مراحل بھی آسان فرما، اور اسے اپنی ملاقات کے ذریعے نیک بخت بنا، اور اس کی آخرت کو دنیا سے بہتر فرما۔

اور اگر میت عورت کی ہو تو اس کی آنکھیں بند کرتے وقت یہ دعا مانگی جائے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْهَا وَارْفَعْ دَرَجَتَهَا فِي الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهَا فِيْ عَقِبِهَا فِي الْغَابِرِيْنَ وَاغْفِرْلَنَا وَلَهَا يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَافْسَحْ لَهَا فِيْ قَبْرِهَا وَ نَوِّرْ لَهَا فِيْهَا. بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهَا أَمْرَهَا وَ سَهِّلْ عَلَيْهَا مَا بَعْدَهَا وَاسْعَدْهَا بِلِقَائِكَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ إِلَيْهَا خَيْراً مِمَّا خَرَجَ عَنْهَا.

www.seerat.net

ترجمہ: اے اللہ! اس (عورت) کی بخشش فرما، اور ہدایت پانے والے (جنتیوں) میں اس کا رتبہ بلند فرما، اور اس کے پسماندہ اہل وعیال میں تو اس کے قائم مقام ہو جا، اور اے رب العالمین! ہماری اور اس کی بخشش فرما، اور اس کی قبر کشادہ فرما، اور اس میں اس کے لیے روشنی کا انتظام فرما، اور اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ میں اس کی آنکھیں بند کرتا ہوں، اور (اے اللہ! اسے اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے) دین پر قائم رکھ، اے اللہ! اس پر اس کا یہ مرحلہ آسان فرما اور اس کے بعد کے تمام مراحل بھی آسان فرما، اور اسے اپنی ملاقات کے ذریعے نیک بخت بنا، اور اس کی آخرت کو دنیا سے بہتر فرما۔

میت کی آنکھیں بند کرتے ہوئے یہ دعا زبان سے مانگی جائے۔ فتاویٰ مجتبیٰ میں اہل علم نے لکھا ہے کہ ہر مسلمان کو یہ دعا یاد کر لینی چاہیے تاکہ وہ ایسا مرحلہ پیش آ جانے پر مانگ سکے۔①

---

① قال في الدر المختار: و يقول مغمضه: بسم اللّٰه، و على ملة رسول اللّٰه، اللّٰهم يسر عليه أمره، و سهل عليه ما بعده، و أسعده بلقائك، واجعل ما خرج إليه خيراً مما خرج عنه.

(حاشية ابن عابدين رَحِمَهُ ٱللَّٰهُ، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، ج: ٥، ص: ١٩٥)

و في البحر: و يقول مغمضه: بسم اللّٰه و على ملة رسول اللّٰه، اللهم يسر عليه أمره و سهل عليه ما بعده وأسعد بلقائك واجعل ما خرج إليه خيراً مما خرج عنه.

(البحر الرائق، كتاب الجنائز، تحت قوله: (فإن مات شد لحياه و غمض عيناه)، ج: ٢، ص: ٣٠٠).

و في حلبي كبير: و يقول مغمضه: بسم اللّٰه و على ملة رسول اللّٰه، اللهم يسر عليه أمره و سهل عليه ما بعده وأسعد بلقائك واجعل ما خرج إليه خيراً مما خرج عنه.

(حلبي كبير، فصل في الجنائز، البحث الأول: فيما يفعل بالمحتضر، ص: ٥٧٧).

(11) جب روح نکل جائے تو میت کے تمام اعضاء، ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کو سیدھا کر دینا چاہیے، کیونکہ اب میت کا جسم آہستہ آہستہ خشک ہونا شروع ہو جائے گا اور اگر جسم سوکھ کر اکڑ گیا تو غسل میں دشواری پیش آئے گی اور میت کی بے حرمتی بھی ہوگی۔

ردالمحتار میں ہے کہ:

یہ جو کہا گیا ہے کہ میت کے اعضاء کو سیدھا اور درست کر دیا جائے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کہیں ایسے نہ ہو کہ میت کے اعضاء اکڑ نہ جائیں۔ جیسے کہ منیہ کی شرح میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ اور امداد میں ہے کہ میت کے جوڑوں اور اس کی انگلیوں کو سیدھا کر دیا جائے ایسے ہی اس کی کلائیوں کو بازوؤں سے اور پنڈلیوں کو رانوں سے اور رانوں کو پیٹ سے علیحدہ کر کے نرمی سے سیدھا کر دیا جائے تاکہ غسل دینے اور پھر تکفین میں بھی سہولت ہو۔ اور حاشیۃ الطحاوی میں ہے کہ یہ جو پیٹ کے اعضاء کو پھیلانے کی بات ہے تو اس وجہ سے کہ کہیں یہ خشک ہو کر اکڑ نہ جائیں۔①

و في فتح القدير: ثم يقول مغمضه: بسم اللّٰه و على ملة رسول اللّٰه صل اللّٰه عليه و سلم، اللهم يسر عليه أمره و سهل عليه ما بعده و أسعد بلقائك واجعل ما خرج إليه خيراً مما خرج عنه.

(فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الجنائز، تحت قوله : (والمراد الذي قرب من الموت)، ج: ٢، ص: ١٠٦)

① قال في رد المحتار: (قوله: ثم تمد أعضاؤه) لئلا يبقى مقوسا كما في شرح المنية، و في الإمداد: "و تلين مفاصله و أصابعه، بأن يرد ساعده لعضده، و ساقه لفخذه، و فخذه لبطنه، و يردها ملينة ليسهل غسله و إدراجه في الكفن".

(حاشية ابن عابدين رَحِمَهُ اللّٰهُ، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مقولة:٧٢٣٥، ج: ٥، ص: ١٩٥).

12 میت کی آنکھیں بند کرنے اور اعضاء سیدھا کرنے کے بعد میت کا مونھ بھی بند کردینا چاہیے، اگر باآسانی دونوں جبڑے مل جائیں اور ہونٹ بند ہوجائیں تو پھر تو پٹی باندھنے کی ضرورت نہیں اور اگر ایسے نہ ہو تو پھر میت کے نچلے جبڑے کو اُوپر کے جبڑے سے ملا کر اور میت کے ہونٹ بند کرکے ایک پٹی ایسے باندھ دینی چاہیے کہ نچلے جبڑے کے نیچے سے ایک پٹی پھیرنی شروع کی جائے اور سر کے اوپر سے گذار کر واپس اس پٹی کو نچلے جبڑے کے نیچے لا کر گرہ باندھ دینی چاہیے اور یا پھر سر سے شروع کرکے پٹی کو میت کے نچلے جبڑے کے نیچے سے واپس لاکر سر پر پٹی باندھ دینی چاہیے۔ پٹی کی گرہ سر کے اُوپر ہونا بہتر ہے تاکہ میت کے جبڑے اچھی طرح سے بند ہوجائیں اور مونھ کھلا ہونے کی وجہ سے میت بدنما نہ لگے اور گرہ اس طرح سے باندھنی چاہیے کہ میت کا مونھ بند ہوجائے، ہونٹ مل جائیں اور دانت نظر نہ آئیں تاکہ میت کا چہرہ بدنما نہ لگے، مکھیاں اور حشرات الارض اس کے مونھ میں نہ گھسیں اور بوقت غسل پانی مونھ میں نہ جائے۔ اور ایسے ہی دونوں پاؤں کے انگوٹھوں کو بھی آپس میں ملا کر باندھ دینا چاہیے تاکہ دونوں ٹانگیں قریب قریب رہیں اور غسل میں دقت پیش نہ آئے۔

و في حاشية الطحطاوي: (قوله: ثم يمد أعضاءه) خوف أن تيبس.

(حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، ج: ١، ص: ٣٦٤).

www.seerat.net

مراقی الفلاح میں ہے کہ:

میت کے دونوں جبڑے پٹی سے باندھ دیے جائیں اور جبڑا وہ ہڈی ہے جہاں پر داڑھی اُگتی ہے اور جس پر دانت جمے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس طرح میت کا منہ بند ہو جانے کی وجہ سے کیڑے مکوڑوں سے بھی حفاظت رہے گی اور بوقت غسل منھ میں پانی بھی نہیں جائے گا۔ اور میت کی آنکھیں بند کر دی جائیں یعنی آنکھوں کی اُوپر کی پلکیں نیچے والی پلکوں سے مل جائیں کیونکہ یہ سنت ہے۔ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو اس کی آنکھیں بند کر دیں کیونکہ نظر روح نکلنے کا منظر دیکھتی ہے۔

اور ''حلبی کبیر'' میں ہے کہ جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو مستحب یہ ہے کہ اس کی آنکھوں کو بند کر دیا جائے، اس لیے کہ حضرت اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے انتقال پر تشریف لائے تو ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ آپ نے انھیں بند کیا اور فرمایا کہ جب روح نکلتی ہے تو نظر اس کا پیچھا کرتی ہے۔ اور اگر آنکھیں بند نہ کی جائیں تو میت کا چہرہ بدنما بھی لگتا ہے۔ میت کے دونوں جبڑے ایک چوڑی پٹی سے ایسے باندھ دیے جائیں کہ پٹی سر کے اُوپر سے تھوڑی کے نیچے تک لائی جائی تا کہ منھ بھی کھلا نہ رہے اور کوئی کیڑا مکوڑا اندر نہ جائے اور اعضاء کو بھی سیدھا کر دیا جائے تا کہ وہ اکڑ نہ جائیں۔

''الکفایہ'' میں ہے آنکھیں بند کر دینے میں میت کی خوشنمائی بھی ہے کیونکہ اگر کھلی رہیں گی تو دیکھنے میں بُرا لگے گا اور لوگوں کی نظروں میں میت بدنما لگے گی۔

''حاشیۃ الطحطاوی'' میں ہے کہ میت کے دونوں جبڑے باندھ دیے جائیں اور جبڑا وہ ہڈی

www.seerat.net

ہے جس پر داڑھی اُگتی ہے یا پھر یہ کہ دانت جمے ہوئے ہوتے ہیں جیسا کہ ''البحر الرائق'' میں بھی ہے۔

اور ''قہستانی'' میں ہے کہ دونوں آنکھوں کی پلکیں بھی آپس میں ملا دی جائیں۔ جہاں تک میت کے خوش منظر، نظر آنے کی بات ہے تو اگر میت کا مونھ کھلا ہوا، اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو یہ بہت برا دکھائی بھی دے گا اور حشرات الارض کے پیٹ تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ بھی نہ ہوگی اور غسل میں پانی بھی مونھ کے اندر چلا جائے گا۔ مونھ کو بند کر دینے کا طریقہ نسل در نسل چلا آ رہا ہے، حضرت ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے۔

''فتاویٰ تاتارخانیہ'' میں ہے کہ مناسب یہ ہے کہ میت کے تمام اعضاء کو اکڑنے سے پہلے پہلے سیدھا کر دیا جائے۔①

---

① في مراقي الفلاح: (شد لحياه) تثنية لحى بالفتح منبت اللحية بالكسر من الأسنان و غيره أو العظم الذي عليه الأسنان، (و حفظاً لفمه) من الهوام و من دخول الماء عند غسله، (و غمض) بالبناء للمجهول و التغميض و الإغماض بمعنى كما في الصحاح و هو إطباق الجفن الأعلى على الأسفل، (للأمر به في السنة) هو قوله عَلَيۡهِ ٱلسَّلَامُ: ''إذا حضرتم موتاكم فاغمضوا البصر فإن البصر يتبع الروح''.

(حاشية الطحطاوي على المراقي، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، تحت قوله: شد لحياه، ج: ١، ص: ٣٠٨)

و في حلبي كبير: فإذا مات يستحب أن تغمض عيناه لما روت أم سلمة قالت: دخل رسول اللّٰه صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ على أبي سلمة، و قد شق بصره، فأغمضه، ثم قال: ''إن الروح إذا قبض تبعه البصر''، و لأنه إذا ترك يبقى فظيع المنظر، و تشد لحياه بعصابة عريضة من فوق رأسه لإزالة

13 میت کے قریب خوشبودار لکڑی جلا دینی چاہیے یا اگربتی یا اگر ممکن ہو تو ہمارے دور میں جو خوشبودار سپرے (Spray) ملتے ہیں ان سے خوشبو پھیلا دینی چاہیے تاکہ میت سے اگر کوئی ناگوار بو پھیلتی ہے تو اس کا ازالہ ہو جائے اور میت کے عزت و احترام کا بھی اظہار ہو۔

14 جس چارپائی پر میت کو لٹایا جائے اس چارپائی کو بھی خوشبودار کر دینا چاہیے خواہ بخور جلایا جائے یا خوشبودار لکڑی کی دھونی دی جائے یا پھر سپرے (Spray) کر دیا جائے۔ اس چارپائی کے گرداگرد ایک یا تین یا پانچ یا سات مرتبہ خوشبودار لکڑی کی

الفظاعة و لئلا يدخله شيء من الهوام، و تمد أطرافه لئلاتبقى متقوسة.

(حلبي كبير، فصل في الجنائز،البحث الأول: فيما يفعل بالمحتضر، ص: ٥٧٦،٥٧٧).

و في الكفاية: (ثم فيه تحسينه) لأنه إذا ترك مفتوح العين يصير كريه المنظر، و يقبح في أعين الناس.

(الكفاية، كتاب الصلاة، باب الجنائز، ج: ٢، ص: ١٠٦)، على هامش فتح القدير.

و في حاشية الطحطاوي: (قوله: شد لحياه) بفتح اللام تثنية لحى بفتح اللام و هو منبت اللحية من الأسنان أو العظم الذي عليه الأسنان بحر، (قوله: و يغمض) من التغميض أي: يطبق أجفانهما قهستاني (قوله: تحسينا له) إذ لو ترك على حاله يبقى فظيع المنظر ولا يؤمن من دخول الهوام في جوفه و الماء عند غسله و به جرى التوارث أيضاً أبو السعود.

(حاشية الطحطاوي على الدر، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، ج: ١، ص: ٣٦٤)

و في التاتارخانية: و ينبغي أن يسوى جميع أعضائه إذا مات قبل أن يجف.

(التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل: صلاة المريض، ج: ٢، ص: ٦٧٤).

www.seerat.net

دھونی دی جائے یا سپرے کر دیا جائے، الغرض اس چار پائی کو بھی خوب خوشبودار کر کے پھر اس پر میت کو لٹایا جائے۔

15 پھر جب میت کو غسل کے لیے لے جایا جائے تو جس تختے پر اسے لٹانا ہے، اس تختے کو بھی میت کے لٹانے سے پہلے خوشبودار دھونی دی جائے۔ تاکہ ناگوار بو کا ازالہ ہو سکے۔ یہ بات یاد رہے کہ میت کے انتقال کے بعد خوشبو کا یہ عمل تین مرتبہ کیا جائے گا۔ اگر آسانی سے ممکن ہو تو ① میت کے قریب خوشبو کا اہتمام کیا جائے۔ ② جس چار پائی پر میت کو لٹانا ہے اسے خوشبو میں بسایا جائے۔ ③ جس تختے پر میت کو غسل دینا ہے، اس تختے کو بھی خوشبودار بنایا جائے۔ اس مقام پر کتب فقہ میں جو "السریر" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے تو اس سے مراد کہیں تو چار پائی ہے اور کہیں غسل میت کے لیے استعمال ہونے والا تختہ، جو ہمارے زمانے میں عام طور پر لکڑی کا ہوا کرتا ہے۔ اس لیے ترجمہ کرتے ہوئے اس ایک لفظ "السریر" کے دو ترجمے موقع و محل کی مناسبت سے کیے گئے ہیں۔

البحر الرائق میں ہے کہ:

میت اگر زمین پر ہو تو اسے اُٹھا کر اس چار پائی پر لٹایا جائے، جس چار پائی کو طاق عدد میں دھونی دی گئی ہو اور یہ اس وجہ سے ہے کہ زمین کی نمی میت کے جسم کو خراب نہ کر دے اور یہ بھی کہ جب اسے غسل دیا جائے تو غسل کا پانی میت سے دور رکھا جا سکے اور چار پائی کو

www.seerat.net

خوشبودار کرنا ایک تو اس وجہ سے ہے کہ اس میں میت کا احترام ہے اور دوسرے اس وجہ سے بھی کہ اس سے بدبو کا ازالہ ہوتا ہے۔ اور خوشبو طاق عدد میں اس لیے دی جائے کہ طاق عدد اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔ چارپائی کو خوشبودار بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی برتن میں خوشبودار لکڑی جلا کر اس برتن کو چارپائی کے اردگرد ایک یا تین یا پانچ مرتبہ گھما دیا جائے، پانچ سے زیادہ مرتبہ ایسے نہ کیا جائے، ''تبیین'' میں یہ مسئلہ ایسے ہی ہے۔

''فتاویٰ ظہیریہ'' میں ہے کہ بعض حنفی فقہاء رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک میت کو ایسے لٹایا جائے جیسا کہ کوئی شخص مرض موت میں نماز کو اگر اشاروں سے ادا کرے تو اس کے پاؤں قبلہ رُخ کر کے اسے لٹایا جائے گا اور بعض فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک میت کو چارپائی پر ایسے لٹایا جائے جیسا کہ وہ قبر میں دائیں کروٹ پر لٹایا جائے گا۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ میت کو ایسے لٹایا جائے جیسا کہ آسانی ہو۔ مندرجہ بالا تمام عبارات سے یہ معلوم ہوتا کہ جس چارپائی پر میت کو لٹانا ہے، پہلے اس چارپائی کو خوشبودار بنایا جائے، دھونی دی جائے اور اس کے بعد میت کو اس پر لٹایا جائے اور ان کاموں کو غسل دینے تک مؤخر نہ کیا جائے۔ اور ''الغایہ'' میں ہے کہ جب میت کو غسل دینے کا ارادہ ہو تو غسل کے تختے کو اس وقت دھونی دی جائے تاکہ ناگوار بو کا ازالہ ہو جائے اور امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میت کو غسل دینا ہو تو اس وقت اسے تختے پر لٹایا جائے۔ لیکن صحیح بات وہ فتویٰ ہے جو کہ ہم نے پہلے تذکرہ کیا ہے یعنی میت کو پہلے خوشبودار چارپائی پر لٹایا جائے اور پھر جب غسل دینے کا ارادہ ہو تو اس وقت میت کو خوشبودار چارپائی سے خوشبودار تختے پر منتقل کیا جائے۔

صاحب ''تبیین الحقائق'' رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میت کو اس چارپائی پر لٹایا جائے جو طاق تعداد میں دھونی دے دی گئی ہو اور یہ اس لیے ہے کہ میت کو اگر زمین پر لٹایا جائے گا تو نمی اس

کے جسم کو متاثر کر دے گی اور غسل دیا جائے گا تو اس پانی کو میت سے روکا نہیں جا سکے گا۔ میت کو خوشبودار چارپائی پر لٹانے میں اس کی تعظیم بھی ہے اور ناگوار بو کا ازالہ بھی۔ چارپائی کو خوشبودار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ چارپائی کے گرداگرد خوشبودار دھوئیں کو تین یا پانچ یا سات مرتبہ گھمایا جائے اور اس سے زیادہ بار نہ کیا جائے۔ اور فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کا یہ کہنا کہ میت کو خوشبودار چارپائی پر لٹایا جائے تو پھر اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ میت کو چارپائی پر لٹانے سے پہلے چارپائی کو خوشبو سے بسایا جائے اور پھر اس کے بعد میت اس پر لٹائی جائے اور یہ کام غسل میت سے پہلے پہلے کرنے کے ہیں۔

''الغایہ'' میں ہے کہ جب میت کو غسل دینے کا ارادہ ہو تو اس وقت غسل کے تختے کو دھونی دی جائے تا کہ ناگوار بو کا ازالہ ہو جائے اور امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میت کو غسل دینا ہو تو اس وقت اسے تختے پر لٹایا جائے لیکن فتویٰ وہی ہے جو کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

''رمز الحقائق'' میں ہے کہ میت کو چارپائی پر لٹانے سے مراد وہ تختہ ہے جس پر میت کو غسل دینا ہے۔ اگر یہ تختہ میسر نہ ہو تو پتھر کی کوئی بڑی سل یا زمین کی سطح سے بلند کوئی پتھر ہو تو اس پر میت کو لٹایا جائے تا کہ اسے غسل دیا جا سکے اور اس کی کروٹ تبدیل کی جا سکے، اور یہ جو کہا گیا ہے کہ وہ خوشبودار ہو تو مراد وہ تختہ ہے کہ جس میں کسی خوشبودار لکڑی عود وغیرہ کی خوشبو رچا، بسالی جائے اور یہ اہتمام اس لیے ہے کہ ناگوار بو سے بچا جائے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ میت کو غسل کے لیے تختے پر لٹانے سے پہلے پہلے اسے خوشبودار بنایا جائے اور خوشبودار برتن سے اُٹھنے والے دھوئیں کو اس تختے کے اردگرد ایک یا تین یا پانچ، طاق تعداد میں اس لیے گھمایا جائے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

خود بھی طاق (ایک) ہے اور طاق عدد کو پسند کرتا ہے۔①

⑯ مریض کے انتقال کے فوراً بعد اس کے کپڑے کاٹ کر جسم سے الگ کر دینے چاہئیں۔ قمیص کو اس لیے کاٹا جائے گا کہ اسے اگر اُتارا جائے تو میت کو تکلیف ہوگی البتہ (ستر کا خیال کرتے ہوئے) شلوار کو اِزار بند کھول کر اتارا جا سکتا ہے۔ اور

---

① قال في البحر: (ووضع على سرير مجمر وتراً) لئلا يعتريه نداوةالأرض ولينصب عنه الماء عند غسله، و في التجمير تعظيمه وإزالة الرائحة الكريهة، والوتر أحب إلى الله من غيره. وكيفيته أن يدار بالمجمرة حول السرير مرة أو ثلاثاً أو خمساً ولا يزاد عليها، كذا في التبيين. وفي النهاية والكافي وفتح القدير: أو سبعاً ولا يزاد عليه. وفي الظهيرية: وكيفية الوضع عند بعض أصحابنا الوضع طولاً كما في حالة المرض إذا أراد الصلاة بإيماء، ومنهم من اختار الوضع عرضاً كما يوضع في القبر والأصح أنه يوضع كما تيسر اهـ. وظاهر كلامه أن السريريجمر قبل وضعه عليه، وأنه يوضع عليه كما مات، ولا يؤخر إلى وقت الغسل. وفي الغاية: يفعل هذا عند إرادة غسله إخفاء للرائحة الكريهة. وقال القدوري: إذا أرادوا غسله وضعوه على سريره والأول أشبه لما ذكرنا.

(البحر الرائق، كتاب الجنائز، تحت قوله: ووضع على سرير مجمر وتراً، ج: ٢، ص: ٣٠٠،٣٠١)

و في التبيين: قال رَحِمَهُ اللَّهُ (ووضع على سرير مجمر وتراً) لئلا تغيره نداوة الأرض ولينضب عنه الماء عند غسله، وفي التجمير تعظيمه وإزالة الرائحة الكريهة، وإنما يوتر لقوله عَلَيْهِ السَّلَامُ: ”إن الله وتر يحب الوتر“، وكيفيته أن يدار بالمجمرة حول السرير مرة أو ثلاثاً أو خمساً ولا يزاد عليها، وقوله: ووضع على سرير مجمريشير إلى أن السرير يجمر قبل وضع الميت عليه، وأنه يوضع عليه كما مات، ولا يؤخر إلى وقت الغسل، وقال في الغاية: يفعل هذا عند إرادة غسله

www.seerat.net

کپڑے اتارنے کی وجہ یہ ہے کہ کپڑوں کی گرمی سے میت کے جسم میں تغیر پیدا ہوسکتا ہے اوراس کے بعد میت کے اوپر کوئی چادر ڈال دینی چاہیے۔

17 میت اگر زمین پر ہو تو اسے اُٹھا کر چارپائی یا تختے یا کسی چوکی وغیرہ پر لٹا دینا چاہیے تاکہ زمین کی نمی کی وجہ سے میت کا جسم متغیر نہ ہو، اوراس کے بعد میت کو کسی چادر وغیرہ سے ڈھانپ دینا چاہیے۔

''حلبی کبیر'' میں ہے کہ:

میت کے جسم سے کپڑے الگ کر دیئے جائیں کیونکہ ان سے جسم گرم رہے گا اوراس سے جسم خراب ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔اور میت کو کسی چارپائی یا تختے پر لٹا دیا جائے تاکہ وہ زمین کی نمی سے محفوظ رہے۔''مراقی الفلاح'' میں ہے کہ میت کو کسی چادر سے ڈھانپ دیا

إخفاء للرائحة لكريهة، وقال القدوري: إذا أرادوا غسله وضعوه على سريره والأول أشبه لما ذكرنا.

(تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز، ج: ١، ص: ٢٣٤، ٢٣٥)

و في رمز الحقائق: (وضع على سرير) وهو التخت الذي يغسله عليه فإن لم يوجد فعلى لوح أو حجر مرتفع ليمكن غسله و تقليبه، (مجمر) بالجر صفة للسريرأى منجر بعود و نحوه وذلك لإزالة الرائحة الكريهة و هذا يدل على أن السرير يجمر قبل وضع الميت عليه و قيل: يفعل هذا عند إرادة غسله إخفاء للرائحة الكريهة وقوله: (وتراً) صفة لمصدر محذوف تقديره تجميرا وترا و كيفيته أن يطاف بالمجر حوالى السرير إما مرة أو ثلاثاً أو خمساً و ولا يزاد عليها والإيتار لقوله عَلَيْهِ السَّلَامُ: "إن الله يحب الوتر".

(رمز الحقائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب: في بيان أحكام الجنائز، ج: ١، ص: ٦٣)

www.seerat.net

جائے کیونکہ احادیث میں یہ واقعہ آتا ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اقدس یمن کی ایک نقشین چادر سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ آپ نے چہرۂ مبارک سے اس چادر کو ہٹایا اور جھک کر آپ کے چہرۂ مبارک (پیشانی) کا بوسہ لیا اور رو دیئے۔

''التمہید'' میں ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور بہت روئے اور پھر ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ پھر جب انھیں چارپائی پر لٹایا گیا تو آپ نے فرمایا عثمان بہت مبارک ہو دنیا سے اس حال میں جا رہے ہو کہ نہ تم دنیا میں ملوث ہوئے اور نہ اس نے تمھیں چُھوا۔'' حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح'' ہی میں دوسرے مقام پر ہے کہ میت کو چارپائی پر اسی طرح سے لٹا دیا جائے جیسے کہ اس کا انتقال ہوا ہے زمین پر نہ لٹایا جائے کہیں اس کی نمی اس کے جسم کو متغیر نہ کر دے۔

حاشیۃ الطحطاوی علی الدر میں ہے کہ میت کے کپڑے اتار دیئے جائیں تاکہ اسے غسل دیا جا سکے اور کپڑوں کا اتارنا مستحب ہے کیونکہ غسل دینا ہے اور اگر کپڑے اُتارے بغیر غسل ممکن ہو (جیسے کوئی شخص ڈوب کر مر جائے اور میت پانی سے نکالنے والے، اس پانی ہی میں میت کو بغیر کپڑے اُتارے غسل کی نیت سے ہلا جلا دیں تو یہ میت کا غسل ہو جائے گا۔ اسے پانی سے نکال کر دوبارہ نہلانے کی ضرورت نہ ہوگی) ''اکمل'' میں ہے کہ میت کے کپڑے اتارنا واجب ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ میت کے کپڑے اتارنا مستحب نہیں بلکہ واجب ہی ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام ہی کی خصوصیت ہے کہ ان کے اجسام مقدسہ سے ان کے کپڑے الگ نہیں کیے جاتے۔ اُمتیوں کا یہ مرتبہ نہیں ہے۔

www.seerat.net

''البحر الرائق'' میں ہے کہ میت کے انتقال کے فوراً بعد ہی اس کے کپڑے جسم سے الگ کر دینے چاہئیں کیونکہ اب میت کا جسم جتنی دیر بھی گرم رہے گا، اس کے خراب ہو جانے کا سبب بنے گا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ مستحب یہ ہے کہ میت کا انتقال جن کپڑوں میں ہوا ہو، وہ کپڑے اس کے جسم سے الگ کر دیئے جائیں اور میت کے تمام جسم کو کسی کپڑے سے ڈھانپ دیا جائے اور میت کو کسی اُونچی جگہ پر جیسے چارپائی یا تختے پر لٹا دیا جائے، زمین پر نہ لٹایا جائے کہ کہیں ایسے نہ ہو کہ زمین کی نمی سے میت کے جسم سے بو آنے لگے۔①

---

① في حلبي كبير: ويخلع ثيابه لأنها تحمي، فيسرع إليه التغير و الفساد و يجعل على سرير أو لوح لئلا تغيره نداوة الأرض.

(حلبي كبير، فصل في الجنائز، البحث الأول: فيما يفعل بالمحتضر، ص: ٥٧٧)

و في المراقي: (ثم يسجى بثوب) بالتشديد أي: يغطى لما روي أن أبابكر دخل على النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ و هو مسجى ببرد حبرة فكشف عن وجهه ثم أكب عليه فقبله ثم بكى و في التمهيد لما توفي عثمان يعني ابن مظعون كشف النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الثوب عن وجهه و بكى بكاء طويلاً و قبل بين عينيه فلما رفع على السرير قال طوبىٰ لك يا عثمان لم تلبسك الدنيا ولم تلبسها.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب: أحكام الجنائز، ص: ٣٠٨)

و قال أيضاً: (فيوضع كما مات) لئلا تغيره نداوة الأرض.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب: أحكام الجنائز، ص: ٣١٠)

و كذا في حاشية الطحطاوي على الدر: (قوله: ويجرد من ثيابه) ليمكنهم التنظيف "بحر"، وظاهره أن التجريد مستحب لأنه لتنظيف ولو لم يجرده يجوز لحصول المقصود و ذكر الأكمل: أن التجريد واجب فليراجع و كأنه لأنه مما يخص به الأنبياء، (قوله: كما مات) لأن الثياب تحمى عليه فيسرع إليه الفساد "بحر".

www.seerat.net

(18) میت کے پیٹ پر لوہے کی کوئی چیز جیسے تالا یا کوئی چھوٹی سی کھانے کی طشتری یا کوئی وزنی چیز رکھ دینی چاہیے تاکہ میت کا پیٹ نہ پھولے۔

حلبی کبیر میں ہے کہ:

میت کے پیٹ پر تلوار یا لوہے کی کوئی چیز رکھ دی جائے تاکہ وہ پھولے نہیں۔ حضرت انس اور امام شعبی رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ بات آئی ہے۔ اور میت کے پیٹ پر قرآن کریم نہ رکھا جائے کیونکہ قرآن کریم قابل احترام ہے۔ درمختار میں ہے کہ میت کے پیٹ پر تلوار یا کوئی لوہے کی چیز رکھ دی جائے تاکہ وہ پھولے نہیں۔

درمختار کی شرح حاشیہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ میت کا پیٹ پھولنے سے بچانے کے لیے لوہا اس لیے رکھا جائے گا کہ وہ اسے پھولنے نہیں دے گا۔ اور اگر لوہے کی کوئی چیز نہ مل سکے تو پھر کوئی بھی وزنی چیز رکھ دی جائے۔ ''تبیین الحقائق'' میں ہے کہ میت کے پیٹ پر لوہا رکھ دیا جائے تاکہ وہ پھولے نہیں۔ اور یہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے۔

''حاشیہ الشلبی علی التبیین'' میں ہے کہ میت کی دونوں آنکھیں بند کر دی جائیں اس کے اعضاء کو درست کر دیا جائے اور اس کے پیٹ پر تلوار یا چھری یا لوہے کی کوئی اور چیز رکھ دی جائے تاکہ وہ پھولے نہیں۔ یہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے اور میت کے پیٹ پر

(حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، ج: ١، ص: ٣٦٥، ٣٦٦)

وقال في الفتاوىٰ الهندية: ويستحب أن ينزع عنه ثيابه التي مات فيها، و يسجو جميع بدنه بثوب ويترك على شئ مرتفع منلوح أو سرير لئلا يصيبه نداوة الأرض فيتغير ريحه.

(الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، باب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الأول: في المحتضر، ج: ١، ص: ١٥٧).

www.seerat.net

قرآن کریم نہ رکھا جائے۔ ''البحر الرائق'' میں ہے کہ میت کے پیٹ پر تلوار رکھ دی جائے تاکہ وہ پھولے نہیں۔ ''النہر الفائق'' میں ہے کہ میت کے پیٹ پر تلوار یا کوئی شیشہ وغیرہ رکھ دیا جائے تاکہ وہ پھولے نہیں۔

''امداد الفتاح'' میں ہے کہ میت کے پیٹ پر لوہا رکھ دیا جائے تاکہ وہ پھولے نہیں اور یہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے۔ لوہا پیٹ کو پھولنے سے بچاتا ہے یہ اس کی تاثیر ہے۔ اور اگر لوہا نہ مل سکے تو پھر میت کے پیٹ پر کوئی وزنی چیز رکھ دی جائے۔ ''بیہقی'' کی روایت میں آتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غلام کے مرنے پر حکم دیا تھا کہ اس کے پیٹ پر لوہے کی کوئی چیز رکھ دی جائے۔①

---

① في حلبي كبير: و يوضع على بطنه سيف أو شئ من حديد لئلا ينتفخ و هو مروي عن أنس والشعبي ولا يوضع على بطنه المصحف إكراما للمصحف.

(حلبي كبير، فصل في الجنائز، البحث الأول: فيما يفعل بالمحتضر، ص: ٥٧٧)

قال في الدر: و يوضع على بطنه سيف أو حديد لئلا ينتفخ.

و في الحاشية شرحاً: (قوله: لئلا ينتفخ) لأن الحديد يدفع النفخ لسر فيه، و إن لم يوجد فيوضع شيئ ثقيل، إمداد.

(حاشية ابن عابدين رَحِمَهُ اللّٰهُ، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، ج: ٥، ص: ١٩٥)

و قال في تبيين الحقائق: و قال في الغاية: يوضع على بطنه حديد لئلا ينتفخ و هو مروي عنالشعبي.

و في حاشية الشلبي على التبيين: (قوله في المتن: و غمض عيناه إلخ) قال في جوامع الفقه و مدت أطرافه اهـ، أبو البقاء. و يوضع على بطنه سيف أو مديه أو غيرهما من الحديد لئلا ينتفخ بطنه و هو مروي عن الشعبي و لا يجعل على بطنه مصحف.

www.seerat.net

(تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب الجنائز، ج: ۱، ص: ۲۳٤،۲۳٥).

و في البحر: و یوضع علی بطنه سیف لئلا ینتفخ.

(البحر الرائق، کتاب الجنائز، تحت قوله: فإن مات شد لحیاه و غمض عیناه، ج: ۲، ص: ۳۰۰).

و في النهر: و یوضع علی بطنهسیف أو مرآة لئلا ینتفخ.

(النهر الفائق، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، ج: ۱، ص: ۳۸۱)وفي إمداد الفتاح: (ویوضع علی بطنه حدید لئلا ینتفخ).

و هو مروي عن الشعبي، والحدید یدفع النفخ لسر فیه، و إن لم یوجد فیوضع علی بطنه شئ ثقیل، و روی البیهقي: "أن أنساً أمر بوضع حدید علی بطن مولیٰ له مات".

(إمداد الفتاح شرح نور الإیضاح ونجاة الأرواح، کتاب الصلاة، باب : أحکام الجنائز، مطلب: فیما یفعل بالمیت، تحت قوله: ویوضع علی بطنه حدید لئلا ینتفخ، ص: ٦۰٦،٦۰۷)

www.seerat.net